عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان
ہفت روزہ
ختم نبوت
انٹرنیشنل
جلد نمبر ۱۳ • شمارہ نمبر : ۳۷
KHATME NUBUWWAT
(AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)

دولتِ قرآن کی قدر و عظمت

غزوۂ بدر

حق و باطل کے درمیان فیصلہ کن معرکہ

بدر میں حق و فتح کی کامرانی تمام
کائناتِ انسانی پر اللہ کا احسانِ عظیم تھا

مسلمانوں پر غیر مسلموں کو دعوتِ اسلام کی ذمہ داری

(حضرت محمد زکی کیفی)

یقیں دل کو خیالِ روضۂ اطہر سے ملتا ہے
ہمیں اپنا شعور ذات ان کے در سے ملتا ہے

ندامت میں بھی لذت گھول دی اسم گرامی نے
نشاطِ دل خیالِ شافعِ محشر سے ملتا ہے

مئے گلگوں میں تسکین دل و جاں ڈھونڈنے والو
سرور و کیف ذکرِ ساقیٔ کوثر سے ملتا ہے

بظاہر فاصلے ہوں دوریاں ہوں لاکھ پردے ہوں
مگر ان سے تعلق روح کو اندر سے ملتا ہے

اسی کا نام سن کر نغمگی بھی وجد کرتی ہے
لطافت کو بھرم جس طاہر و اطہر سے ملتا ہے

تبسم کی ضیا سے چاند تارے مسکراتے ہیں
سحر کو نور کا صدقہ رُخِ انور سے ملتا ہے

وہی دُرِ عدن ہیں سنگریزے جو قدم چھولیں
سروں کو تاجِ شاہی آپ کی ٹھوکر سے ملتا ہے

تجلی گاہِ حق' جس تک فرشتے جا نہیں سکتے
وہاں خیر الخلائق خالقِ اکبر سے ملتا ہے

خزف دستِ مبارک میں پہنچ کر حمد پڑھتے ہیں
جوابِ لا الٰہ آپ کو پتھر سے ملتا ہے

اصولِ زندگی اس نے سکھائے اہل عالم کو
سرورِ آگہی کونین کے سرورؐ سے ملتا ہے

صفات و ذاتِ حق تو ماورا ہیں عقلِ انساں سے
مگر ان کا نشاں اس حسن کے پیکر سے ملتا ہے

مدینے کی فضا اک عالمِ انوار ہے کیفی
سکون دیدہ و دل اس کے ہر منظر سے ملتا ہے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختم نبوۃ کراچی انٹرنیشنل

KHATME NUBUWWAT
(AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)

جلد نمبر ۱۳ ● شمارہ نمبر ۳۷ ● بتاریخ ۱۱ ر رمضان المبارک تا ۱۷ ر رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ ● بمطابق ۱۲ ر فروری تا ۱۸ ر فروری ۱۹۹۵ء

اِس شمارے میں

۱۔ نعت شریف ۔۔۔۔۔۔ ۲
۲۔ اداریہ ۔۔۔۔۔۔ ۴
۳۔ دولت قرآن کی قدر و عظمت ۔۔۔۔۔۔ ۷
۴۔ غزوۂ بدر ۔۔۔۔۔۔ ۱۲
۵۔ آپ کے مسائل ۔۔۔۔۔۔ ۱۵
۶۔ مسلمانوں پر غیر مسلموں کو دعوت اسلام کی ذمہ داری ۔۔۔۔۔۔ ۲۱
۷۔ فتح مکہ (آخری قسط) ۔۔۔۔۔۔ ۲۴
۸۔ تکمیل دین کی بشارت۔ اعلان ختم نبوت سے ۔۔۔۔۔۔ ۲۶
۹۔ تبلیغی اجتماع ۔۔۔۔۔۔ ۲۷

حضرت مولانا خواجہ خان محمد زید مجدہ

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

مدیر مسئول
عبدالرحمٰن باوا

مجلس ادارت
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری
مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
مولانا اللہ وسایا ● مولانا منظور احمد الحسینی
مولانا محمد جمیل خان ● مولانا سعید احمد جلالپوری

حسین احمد نجیب

محمد انور رانا

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

خوشی محمد انصاری

رابطہ دفتر
جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ) پرانی نمائش
ایم اے جناح روڈ کراچی فون 7780337

مرکزی دفتر
حضوری باغ روڈ ملتان فون نمبر 40978

LONDON OFFICE:
35 STOCKWELL GREEN
LONDON SW9 9HZ U.K.
PHONE: 071-737-8199.

اندرون ملک چندہ
سالانہ ۱۵۰ روپے
ششماہی ۷۵ روپے
سہ ماہی ۳۵ روپے
فی پرچہ ۳ روپے

بیرون ملک چندہ
امریکہ۔ کینیڈا۔ آسٹریلیا ۹۰ ڈالر
یورپ اور افریقہ ۷۰ ڈالر
متحدہ عرب امارات، انڈیا ۵۰ ڈالر
چیک / ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت
الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ اکاؤنٹ نمبر ۳۳۔۳
کراچی پاکستان ارسال کریں

پبلشر: عبدالرحمٰن باوا ○ طابع: سید شاہد حسن ○ مطبع: القادر پرنٹنگ پریس ○ مقام اشاعت: ۱۰۳ پرانی نمائش کراچی

دینی مدارس پر ارباب حکومت کی نگاہ کرم؟

علما کرام اور مدارس کے ذمہ داروں کی خدمت میں چند گزارشات

وزیر اعظم پاکستان کی زیر صدارت وزارت داخلہ میں اعلیٰ سطح کا ایک اجلاس ۲۲ر جنوری ۱۹۹۵ء کو اسلام آباد میں ہوا۔ اجلاس میں دیگر فیصلوں کے علاوہ ملک میں فرقہ واریت کے خاتمے کے لئے چند ٹھوس اقدامات کا بھی فیصلہ کیا گیا۔ اس اجلاس میں چاروں صوبوں کے گورنروں' وزرائے اعلیٰ اور چیف سیکریٹریوں نے شرکت کی۔ اجلاس میں یہ طے کیا گیا کہ دینی مدارس کے نصاب کو ملک و قوم کے مفاد میں تبدیل کرنے کے لئے اقدامات کئے جائیں گے۔ دینی اداروں کا موجودہ نصاب وزارت تعلیم اور وزارت مذہبی امور کے مشورے سے طے کیا جائے گا تاکہ دینی مدارس سے فارغ التحصیل طلبہ جہاں دین اسلام کے سلسلے میں اہم کردار ادا کریں وہاں قومی یکجہتی کے سلسلے میں پاکستان کے مفید شہری بن سکیں۔ اجلاس میں یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ دینی مدارس کا آڈٹ کیا جائے گا اور دیکھا جائے گا کہ ان کو فنڈ مقامی طور پر حاصل ہوتے ہیں یا باہر کے ملکوں سے فراہم کئے جاتے ہیں۔ اس امر کی چھان بین بھی کی جائے گی کہ کن دینی مدارس میں طلبہ کو اسلحہ استعمال کرنے کی تربیت دی جاتی ہے.... وزارت داخلہ میں ایک سیل قائم کیا جائے گا جو صوبائی حکومتوں کے مشورے سے مذکورہ فیصلوں کی رپورٹ پر عملدر آمد کا جائزہ لے گا.... بعض اطلاعات کے مطابق اسلامی نظریاتی کونسل سے بھی کہا گیا ہے کہ وہ دینی مدرسوں کے معیار کے بارے میں اپنی سفارشات پیش کرے تاکہ ایسے اداروں کو فرقہ واریت کے لئے استعمال نہ کیا جاسکے۔ (خلاصہ مطبوعہ روزنامہ جنگ ۳ فروری ۱۹۹۵ء)

مذکورہ فیصلوں کی خبریں شہ سرخیوں کے ساتھ اخبارات کی زینت بن چکی ہیں۔ دینی مدارس پر حکومتی کنٹرول کے موضوع پر کچھ عرصہ سے ذمہ داران حکومت کے اقدامات و بیانات اور ان پر تبصرے اور اندیشے رسائل و اخبارات میں شائع ہو رہے ہیں۔ وزیر اعظم کی زیر صدارت اجلاس کے فیصلوں کے بعد مختلف مکاتب فکر کے نمائندہ علما کا ایک اجلاس وفاق المدارس الاسلامیہ پاکستان کے صدر شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا اور حکومتی فیصلوں پر غور و خوض کے بعد روزنامہ جنگ کی خبر کے مطابق مقررین نے جن خیالات کا اظہار کیا اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

مختلف مکاتب فکر کے علمائے کرام نے کہا ہے کہ حکومت قادیانیوں' یہودیوں اور دیگر مشنری اداروں کے حسابات کا آڈٹ کرنے پر تیار کیوں نہیں جو مسلمانوں کو مرتد بنانے کے لئے کام کر رہے ہیں جبکہ دینی مدارس کے حسابات کے آڈٹ کا مقصد ان مدارس کے ساتھ تعاون کرنے والے مخیر حضرات کو انکم ٹیکس کے شکنجے میں جکڑنا ہے یہ بات انہوں نے ہفتے کو جامعہ فاروقیہ میں شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ کی زیر صدارت ہونے والے اجلاس میں کہی۔ مولانا سلیم اللہ خان نے کہا کہ ہم نے دینی مدارس کے خلاف الزامات پر وفاق اور صوبائی حکومتوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کی اور مولانا فضل الرحمٰن سے مل کر حکومت کے ساتھ مذاکرات بھی کئے بعض مطالبات پورے ہوئے مگر گورنر پنجاب کا لب و لہجہ افسوسناک ہے۔ انہوں نے کہا کہ اب انشاء اللہ حکومت کے خلاف تحریک چلے گی اور حکومت کے مذموم ارادوں کو ناکام بنا دیا جائے گا مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی نے کہا کہ اس وقت امریکہ کو روس کے بعد سب سے بڑا خطرہ اسلام سے ہے تمام مغربی ممالک بھی اسلام اور اس کے خیر خواہوں کو ختم کرنا چاہتے ہیں الجزائر کی صورتحال اور خلیج کا بحران اس سازش کی کڑی ہے اور موجودہ حکومت امریکی مفادات کے تحفظ کے لئے اس کے اشاروں پر عمل پیرا ہے اور دینی مدارس کے خلاف کارروائی کر رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت کا خاتمہ اب لازمی ہے اور یہ حکومت بینظیر کے اپریل میں دورہ امریکہ سے قبل انشاء اللہ ختم ہو جائے گی ہم دینی مدارس کے خلاف کارروائی کو ایمان و کفر کی جنگ سمجھتے ہیں اور ان کے تحفظ کے لئے اپنے بچوں کو بھی قربان کرسکتے ہیں۔ انہوں نے دینی مدارس کے ذمہ داروں سے کہا کہ وہ اپنے مدارس میں طلبہ کو فوجی تربیت دیں جہاد اسلام کا اہم فریضہ ہے ہم اسے نہیں چھوڑ سکتے ہم غیر قانونی اسلحہ اور فرقہ واریت کے خلاف ہیں لیکن عوام اور طلبہ کو نہتا نہیں رکھ سکتے کیونکہ عنقریب ہندوؤں سے گلی گلی میں جنگ ہوگی۔ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار نے کہا کہ علما کرام انبیا کے وارث اور کلمہ حق بلند کرنے کے داعی ہیں اور وہ کسی اسلام دشمن طاقت کے آگے سر نہیں جھکائیں گے۔ جے یو آئی (ف) کے ڈپٹی سیکریٹری جنرل سینیٹر حافظ حسین احمد نے کہا کہ دینی مدارس ہماری جان ہیں اور ہم ان کا ہر طرح سے تحفظ کریں گے اور کسی قسم کی قربانی سے گریز نہیں کریں گے انہوں نے وفاق المدارس العربیہ کے رہنماؤں کو مشورہ دیا کہ تمام شعبہ ہائے زندگی کے افراد سے رابطہ کیا جائے قومی اور صوبائی اسمبلی کے ارکان کو اعتماد میں لے کر تحریک کو مضبوط بنایا جائے۔ اجلاس سے قاری شیر افضل' مولانا عبدالرؤف' محمد حسین مختفی' مولانا اسعد تھانوی اور مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق نے بھی خطاب کیا اجلاس

میں متعدد قراردادیں منظور کی گئیں جن میں دینی مدارس پر حکومت کے مبینہ قبضہ کرنے کی کوشش کی مذمت کی گئی اور حکومت سے عیسائی' قادیانی اور دیگر مشنری اداروں کے حسابات کی چھان بین اور ان پر پابندی لگانے کا مطالبہ کیا گیا اور کہا گیا کہ ملک میں انتشار پھیلانے کی سرگرمیوں کو روکا جائے۔ اجلاس میں دینی مدارس پر فرقہ واریت پھیلانے کے الزام کی مذمت کی گئی اور کہا گیا فرقہ واریت خود حکومت کی پیدا کردہ ہے اور ہم حکومت کے اس اقدام کو امریکی نیو ورلڈ آرڈر کا حصہ سمجھتے ہیں حکومت سرکاری اداروں کو کرپشن سے پاک کرنے کی کوشش کرے ملکی قوانین کے دائرے میں رہتے ہوئے عوام خصوصاً طلبہ کو جہاد کی تربیت دینا ضروری ہے تاکہ پاکستان پر کوئی حملہ ہو تو چیچنیا کے بہادر مسلمانوں کی طرح یہاں کا بچہ بچہ بھی دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کرسکے اجلاس میں مولانا محمد بنوری' مفتی محمد نعیم' مفتی محی الدین سید عمران شاہ' قاری عبدالباعث صدیقی' قاری معاویہ القاسمی' مولانا محمد احمد مدنی' قاری محمد عثمان' مولانا عبدالکریم عابد کے علاوہ جامعات و دینی مدارس کے مہتممین اور تین سو سے زائد علمانے شرکت کی۔ (جنگ کراچی ۲۹ جنوری ۱۹۹۵ء)

اس کے بعد اس مسئلے میں حکومت کے مقاصد پر تبصرے کی خاص ضرورت نہیں۔ البتہ ایک پہلو حیران کن اور تعجب خیز ہے کہ دینی مدارس کے نصاب و نظام کی اصلاح اور ان پر دہشت گردی میں ملوث ہونے کا جو الزام اسلام کے نام پر قائم ہونے والے ملک میں مسلمانوں کی نمائندہ کہلانے والی حکومت کے ذمہ داروں کی طرف سے عائد کر کے اقدامات کے فیصلے کئے جارہے ہیں' یہی سب کچھ ہندو بھارت کی سیکولر نظام کی دعویدار بھارتی حکومت کے کارپردازان بھی روبعمل لارہے ہیں۔ بلکہ حکومت پاکستان سے پہلے بھارتی حکومت دینی مدارس پر دھاوا بول چکی ہے' اور کئی ایک بڑے دینی اداروں پر مسلح چھاپوں کا سلسلہ شروع کررکھا ہے۔ حکومت پاکستان کے ذمہ داروں اور بھارتی حکمرانوں کی حیرتناک ذہنی و فکری مماثلت اگرچہ بظاہر حیران کن اور تعجب خیز نظر آتی ہے مگر چونکہ ڈوری ایک ہی جگہ سے ہلتی ہے اس لئے مقاصد مشترکہ ہیں۔ بھارتی حکومت کو ایسے اقدامات سے کوئی فائدہ نہیں حاصل ہوا البتہ دینی مدارس اور تنظیموں کو اس تازیانے سے اپنی صفیں از سرنو منظم کرنے کی تحریک ضرور مل گئی۔

اس ضمن میں پاکستان کے دینی مدارس اور اداروں کے ذمہ دار علما کی خدمت میں گزارش ہے کہ دو باتوں پر خصوصی غور فرمائیں۔

(۱) دینی مدارس کی مالی ضرورتوں کا انتظام ----- توکل علی اللہ کی نعمت سے ----- غیب سے اس طرح ہوتا ہے کہ مخیر حضرات کے دلوں کو اس کار خیر کی طرف متوجہ کردیا جاتا ہے۔ اور یہی اصل حقیقت ہے۔ دینی ادارے اب تک اسی انداز سے اطمینان کے ساتھ خدمت دین میں مصروف ہیں۔ اس طریقے سے ایک پہلو کمزور ہوگیا کہ جس علاقے میں کوئی ادارہ موجود ہے قرب و جوار کی آبادی پر اس کے جو مثبت اثرات ہونے چاہئیں تھے وہ زیادہ محسوس نہیں کئے جاتے۔ اس کی بڑی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ مقامی آبادیوں سے ان اداروں کے لئے تھوڑے تعاون کی اپیل کو نظرانداز کرنے کا طریقہ رائج ہوگیا ہے جس کے نتیجہ میں قرب و جوار کی آبادیوں کے مکینوں سے عملی روابط کمزور ہوتے گئے۔ ارباب مدارس اس طرف خصوصی توجہ فرمائیں اور دارالعلوم دیوبند کے عہد اولین کے طریقے کو موجودہ حالات کی رعایت کے ساتھ اختیار کرنے پر غور کریں۔ (۲) گلی محلوں میں دینی معلومات پر مشتمل دارالمطالعے اور لائبریریاں قائم کرکے ان کو تعلیم و تربیت کے چھوٹے مراکز کے طور پر اختیار کرنے کے نئے تجربہ کا آغاز کریں اس طرح دشمنان دین کی سازشوں کے برعکس ہر بڑے دینی ادارے کی وساطت سے گلی محلے کی سطح پر دینی مدرسہ قائم ہوجائے گا۔ ہمارے اس اشارے کی روشنی میں اکابر اس پہلو کی عملی ضرورتوں کا تعین کرسکتے ہیں۔

تندی باد مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے

سابق ریاست ٹونک کی شرعی عدالت کے قاضی' استاذ العلماء' پرویزی فتنہ انکار حدیث کے تابوت میں آخری کیل ٹھونکنے والے' شیخ الحدیث والفقہ

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی کا سانحہ ارتحال

علم و معرفت کے بحر زخار' سادگی' حلم اور قناعت میں بزرگان سلف کی یادگار حضرت مفتی ولی حسن صاحب ۲ رمضان المبارک بروز جمعہ صبح کے وقت اس دار فانی سے رحلت فرماگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

دارالعلوم دیوبند سے تحصیل علم سے فراغت کے بعد ریاست ٹونک کی شرعی عدالت میں قاضی و مفتی مقرر ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد کراچی میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے "دارالعلوم" قائم فرمایا تو حضرت مفتی ولی حسن صاحب کو اپنے پاس بلالیا۔ جہاں آپ تقریباً دس سال تک فرائض تدریس انجام دیتے رہے۔ ۱۹۵۵ء کے بعد دارالعلوم نانک واڑہ سے کورنگی کی فضائے بسیط میں منتقل ہوگیا۔ مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے انہی ایام میں مدرسہ عربیہ اسلامیہ (حال جامعۃ العلوم الاسلامیہ) قائم فرمایا۔ حضرت مفتی صاحب مرحوم کچھ عرصہ بعد اس سے منسلک ہوگئے اور فقہ و حدیث کے استاذ مقرر ہوگئے۔ دارالافتاء کی سرپرستی کے ساتھ اعلیٰ فقہی تعلیم کے لئے قائم کردہ شعبہ "تخصص فی الفقہ الاسلامی" کے بھی نگران رہے۔ حضرت سید بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے بعد شیخ الحدیث کے مقام پر فائز ہوئے۔ حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کے بعد علماء نے آپ کو مفتی اعظم پاکستان تسلیم کرلیا۔ غلام احمد پرویز کا فتنہ انکار حدیث سرکاری سرپرستی میں عروج پر تھا۔ ماہنامہ بینات کے صفحات پر آپ نے اس پر گرفت شروع کی اور مغربی اور مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) کے جید علماء کے تعاون سے مشہور فتویٰ "پرویز کافر ہے" جاری فرمایا کہ اس کے بعد انکار حدیث کا یہ فتنہ اپنی موت آپ مرگیا۔

تقریباً چھ سال قبل اچانک فالج کا حملہ ہوا اور آپ صاحب فراش ہوگئے۔ طبیعت کافی بہتر ہوگئی تھی کہ چند روز پہلے اچانک زیادہ بگڑ گئی۔ عباسی شہید اسپتال میں انتہائی نگہداشت کے شعبہ

میں داخل کردیا گیا۔ جہاں آپ کے صاحبزادے بھی بطور ڈاکٹر مقرر ہیں۔ ۲ پھیپھڑوں میں بلغم کی زیادتی پر قابو نہ پایا جاسکا۔ آخر کار ۶ر رمضان المبارک بروز جمعہ صبح کے وقت مالک حقیقی کے پاس سدھار گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ رب العزت آپ کو وجعلنی ربی من المکرمین کا مصداق بنائے اور آپ کے ہزاروں شاگردوں کی دینی و علمی کاوشوں کو آپ کے لئے صدقہ جاریہ بنادے۔ ادارۂ ختم نبوت آپ کی رحلت پر مغموم اور آپ کے پسماندگان کے غم میں برابر کا شریک ہے اور دعاگو ہے کہ مالک الملک ان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

کراچی میں حرکتہ الانصار کے مجاہدین کی شہادت

۵ فروری کو کشمیری مجاہدین سے یکجہتی کے اظہار کے لئے پورے ملک میں ہڑتال ہوئی۔ دنیائے کفر پر لرزہ طاری کردینے والی تنظیم "حرکتہ الانصار" نے مجاہدین کی امداد کے لئے لیاقت آباد میں کیمپ قائم کیا۔ اخباری اطلاعات کے مطابق ایک سرخ رنگ کی کار میں پانچ دہشت گردوں نے اچانک اتنی شدت کے ساتھ فائر کھولا کہ کسی کو سنبھلنے اور بھاگنے کا موقع ہی نہ مل سکا اور گیارہ افراد موقع پر شہید ہوگئے اور بہت سے زخمیوں کو عباسی شہید اسپتال پہنچایا گیا۔ حرکتہ الانصار کے ذرائع نے اسے "راء" کے ایجنٹوں کی کارروائی قرار دیا ہے۔ پاکستان میں کراچی کا بھارتی قونصل خانہ بند کردیئے جانے کے بعد "راء" کے ایجنٹوں کی اب کون سی پناہ گاہ ہے؟ حکومت کو اس پہلو پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے۔ اس بارے میں اس حقیقت کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا کہ قادیانیوں کا مشن قیام پاکستان کے وقت سے اسرائیل میں یہودیوں کے زیر سایہ سرگرم عمل ہے۔ ہنود و یہود کا باہمی ربط خصوصی نوعیت کا حامل ہے۔ اس سے قبل کی اطلاعات کے مطابق کشمیر میں اسرائیلی کمانڈوز دستے اتر چکے ہیں اور ہفت روزہ تکبیر کی اطلاع کے مطابق ۶ر جنوری کو ایک روسی ساختہ اسرائیلی طیارہ بھارت کے کسی نامعلوم مقام سے پرواز کرکے کراچی ایئرپورٹ پر اترا۔ اسرائیلی پرواز آئی ایل ۷۶ پر کتنے افراد سوار تھے' وہ کون تھے اور کیا کرنے آئے تھے' تاحال معلوم نہیں ہوسکا۔ آگے ہفت روزہ تکبیر لکھتا ہے۔

"تاہم کراچی ایئرپورٹ پر اس پرواز کے بارے میں جو غیر معمولی اقدامات کئے گئے' انہوں نے اس کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کئے ہیں۔ دیگر وی وی آئی پی پروازوں کی طرح یہ پرواز بھی کراچی ایئرپورٹ کے پرانے ٹرمینل پر اتری اور اس کا تمام ریکارڈ تلف کردیا گیا۔ اس پرواز کے کنٹرول ٹاور سے رابطہ کی ریکارڈنگ بھی ختم کردی گئی۔ طیارہ کے اترتے ہی وزارت دفاع کے اہلکاروں نے اس طیارے کا کنٹرول سنبھال لیا۔ اور اس میں سوار مسافروں کو انتہائی سرعت اور رازداری کے ساتھ نامعلوم مقام پر لے گئے۔ اس اسرائیلی طیارے کے مسافروں نے کراچی میں کن حکام سے ملاقاتیں کیں' ان کی کیا سرگرمیاں رہیں' اس پر فی الحال اخفاء کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ اسرائیلی طیارہ کا کراچی میں خیرمقدم کرنے کے لئے گزشتہ سال وسط دسمبر میں انتظامات کئے گئے تھے۔ ان دنوں وزیراعظم کے پرنسپل سیکریٹری احمد صادق نے جب کراچی کا دورہ کیا تو پی آئی اے کے ایک قادیانی اہلکار خالد تبسم منہاس کو مینجر ٹی جی ایس مقرر کردیا' جس کو پہلے آئی ایس آئی اور آئی بی نے سیکیورٹی کلیئرنس دینے سے انکار کردیا تھا۔ لیکن اس منصب پر بحالی کے بعد وہ ہر حساس مقام پر پہنچ سکتے ہیں' جن میں طیاروں کی ہینڈلنگ کے انتظامات بھی شامل ہیں۔ اطلاعات کے مطابق اسرائیلی طیارے کی ہینڈلنگ کی ذمہ داری بھی تبسم منہاس نے سرانجام دی۔

اس واقعہ کی تفصیلات اگرچہ سامنے نہیں آسکیں' تاہم اس سے اتنا ضرور آشکار ہوتا ہے کہ اسرائیل پاکستان کے ساتھ تعلقات کافی حد تک آگے بڑھانے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔ یہ کامیابی مکمل کامیابی میں اس وقت تبدیل ہوگی جب اسرائیل اعلانیہ طور پر پاکستان آسکیں گے اور اس کی سرزمین کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنے کی آزادی حاصل کرپائیں گے۔ ان اسرائیلی خوابوں کو تعبیری صورت ملنے میں پاکستانی رائے عامہ کی صورت میں ایک بڑی رکاوٹ موجود ہے' جسے دور کرنے کے لئے پاکستان کے اندر فرقہ واریت کے فروغ کے لئے کام کیا جارہا ہے۔ ملک میں جاری فرقہ پرستی کی لہر بھی اسی منصوبے کا حصہ ہے۔

فرقہ پرستی کی اس لہر کو مزید آگے بڑھانے کے لئے اس منصوبے میں قادیانیوں کو بھی کردار سونپا گیا ہے۔ جس کے صلہ میں انہیں گیارہ برس کے بعد ربوہ میں اپنا سالانہ اجتماع کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ قادیانیوں پر یہ اجتماع کرنے کی پابندی ۱۹۸۴ء میں صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے اس وقت عائد کی تھی جب انہوں نے غیر مسلموں کے لئے اسلامی اصلاحات کے استعمال پر پابندی عائد کرنے کا آرڈیننس جاری کیا تھا۔"

ہفت روزہ تکبیر کے اس تجزیہ میں حرکتہ الانصار کے کیمپ پر حملے اور اسی روز مسجد باب الاسلام میں نمازیوں کے قتل عام کے بارے میں حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ "راء" کے ایجنٹ کون لوگ ہیں اور ان کو کہاں پناہ ملی ہوئی ہے؟

دولتِ قرآن کی قدر و عظمت

جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی

حقیقت یہ ہے کہ آج ہم لوگوں کو قرآن کریم کی اس نعمت اور دولت کی قدر معلوم نہیں' بچے قرآن کریم پڑھتے ہیں' حفظ کرتے ہیں اور الحمد للہ حسب توفیق ہم اس پر خوشی منالیتے ہیں' لیکن سچی بات یہ ہے کہ اس قرآن کریم کی دولت کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ ہمیں آپ کو اس دنیا میں رہتے ہوئے ہو ہی نہیں سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ قرآن کی دولت ہمیں گھر بیٹھے بغیر محنت کے عطا کر دی۔ ہمیں اس دولت کو حاصل کرنے کے لئے اس نعمت کے حصول کے لئے کوئی جدوجہد نہیں کرنی پڑی ہم نے کوئی محنت نہیں اٹھائی۔ کوئی قربانی نہیں دی' نہ کوئی پیسہ خرچ نہیں کیا' کوئی جان و مال کی قربانی اس راہ میں پیش نہیں کی' اس واسطے اس کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ ہمیں آپ کو نہیں' اس دولت قرآن کریم کی قدر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے پوچھئے' جنہوں نے ایک ایک آیت کو حاصل کرنے کے لئے اپنی جان کی' مال کی' آبرو کی' خاندان کی' جذبات کی ایسی قربانیاں دیں کہ اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔

قرآن کریم اور صحابہ کرامؓ

قرآن کریم کی ایک ایک آیت کو سیکھنے کے لئے صحابہ کرام نے جو دشواریاں اٹھائی ہیں' جو مشقتیں اٹھائی ہیں' ان کا حال آج ہمیں معلوم نہیں' قرآن ہمارے سامنے ایک نہایت خوشنما مجلد کتاب کی صورت میں موجود ہے۔ مدرسہ کھلا ہوا ہے۔ استاد پڑھانے کے لئے موجود ہے اور ہمارا کام صرف یہ ہے کہ تو اللہ بچہ کو مدرسہ میں لے جائیں اور حلق سے اتار دیں' لیکن وہ بھی صحیح معنوں میں جس طرح اتارنا چاہئے اس طرح نہیں اتر تا۔

قرآن کریم کی قدر ان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھئے جنہوں نے ایک ایک چھوٹی چھوٹی آیت کے خاطر ماریں کھائی ہیں' کفار کے ظلم و ستم برداشت کئے ہیں۔ اور کس کس طرح اس قرآن کریم کا علم حاصل کیا ہے' صحیح بخاری میں ایک واقعہ آتا ہے' ایک صحابیؓ جو نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں چھوٹے بچے تھے' اور مدینہ طیبہ سے بہت فاصلہ پر ایک بستی میں رہتے تھے' مدینہ طیبہ آنا جانا ممکن نہ تھا۔ مسلمان ہو چکے تھے' لیکن نبی کریم سرور دو عالم ﷺ کی خدمت میں مدینہ طیبہ جا کر علم حاصل کرنا' ان کی اپنی ذاتی مجبوری کی وجہ سے مشکل تھا۔ وہ خود اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں یہ کرتا تھا کہ روزانہ اس سڑک پر چلا جاتا جہاں سے مدینہ طیبہ کے قافلے آیا کرتے تھے۔ جو کوئی قافلہ آتا ان سے پوچھتا کہ بھائی اگر آپ لوگ مدینہ طیبہ سے آرہے ہیں تو کیا آپ لوگوں میں سے کسی کو قرآن کریم کی کوئی آیت یاد ہے؟ اگر کسی کو قرآن کریم کی کوئی آیت یاد ہو تو مجھے سکھا دیجئے' قافلہ میں کسی کو ایک آیت یاد ہوتی' کسی کو دو آیتیں یاد ہوتیں' کسی کو تین آیتیں یاد ہوتیں' اس طرح ان قافلے والوں سے سن سن کر' اور ان کے پاس جا جا کر میں نے ایک ایک دو دو آیتیں حاصل کیں اور الحمد للہ اس طرح میرے پاس قرآن کریم کا ایک بڑا ذخیرہ محفوظ ہو گیا۔

ان سے اس قرآن کی قدر پوچھئے' جن کو ایک ایک آیت حاصل کرنے کے لئے قافلوں والوں کی منت سماجت کرنی پڑ رہی ہے' لیکن ہمارے پاس پورا قرآن تیار شکل میں موجود ہے۔ جن اللہ کے بندوں نے اسے ہم تک پہنچایا' جن مشقتوں' قربانیوں اور مشکلات سے گزر کر ہمارے لئے تیار کر کے چھوڑ گئے' ہمارا کام صرف اتنا رہ گیا ہے کہ اس کو پڑھ لیں پڑھنا سیکھ لیں اس کو سمجھنے کی کوشش کریں اور پھر عمل کریں' گویا پکی پکائی روٹی تیار ہے صرف کھانے کی دیر ہے' اس واسطے قدر نہیں معلوم ہوتی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہنوئی اور بہن کا واقعہ ہے (اس واقعہ کو ہر مسلمان جانتا ہے) وہ دونوں جانتے تھے اگر ہم یہ قرآن حضرت عمرؓ کے سامنے بیٹھ کر پڑھیں گے (اس وقت تک حضرت عمر مسلمان نہیں ہوئے تھے) تو وہ ہمیں پڑھنے نہیں دیں گے' بلکہ ہمیں سزائیں دیں گے اس واسطے چھپ چھپ کر پڑھتے' ایک روز حضرت عمرؓ حضور کے قتل کے ارادے سے جا رہے تھے کسی نے کہا کہ دوسروں کو تو اسلام سے روکتے ہیں' اپنے گھر کی جا کر خبر نہیں لیتے' وہاں پر کیا ہو رہا ہے' واپس آ کر دیکھا کہ بہن اور بہنوئی قرآن کریم کھولے ہوئے بیٹھے ہیں اور وہ اس وقت سورہ طٰہٰ کی تلاوت کر رہے تھے (الباواقعہ ہے جو آپ حضرات کو معلوم ہے)

بہرحال ان مشکلات کے دور میں ایک ایک آیت صحابہ کرامؓ نے اس طرح حاصل کی ہے۔ اس لئے وہ اس کی قدر و قیمت پہچانتے تھے' چونکہ ہم اور آپ کو بیٹھے بٹھائے یہ دولت مل گئی ہے اس لئے اس کی قدر نہیں پہچانتے' جب تک یہ آنکھیں کھلی ہوئی ہیں' جب تک یہ دنیا کا کام چل رہا ہے' جب تک موت نہیں آئی۔ اس وقت تک ذہن دنیا کی ظاہری چمک دمک میں' اور دوسری چیزوں میں لگا ہوا ہے۔ ایک وقت آتا ہے جب دنیا سے جاتا ہے جب انسان قبر کے اندر پہنچے گا' وہاں اس قرآن کریم کی دولت اور عظمت کا پتہ چلے گا' وہاں جا کر اس نعمت کا پتہ چلے گا' ایک ایک آیت پر کیا کچھ انوار' کیا کچھ نعمتیں اور کیا کچھ انعامات ملیں گے۔

قرآن کریم کی تلاوت کا اجر

ایک حدیث شریف میں نبی کریم سرور دو عالم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب کوئی شخص قرآن کریم پڑھتا ہے۔ تو اس کے لئے ایک حرف کی تلاوت پر دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ پھر تفصیل نبی کریم ﷺ نے یہ بیان فرمائی کہ میں نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے۔ بلکہ الف ایک حرف' لام ایک حرف' م ایک حرف' تو جب الم پڑھا تو اس الم کے پڑھنے سے نامہ اعمال میں تیس نیکیوں کا اضافہ ہو گیا۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کو بغیر سمجھے پڑھنے سے کیا حاصل؟ یہ تو ایک نسخہ ہدایت ہے' اس کو سمجھ کر انسان پڑھے' اور اس پر عمل کرے تو اس کا فائدہ حاصل ہو گا' محض طوطے مینا کی طرح اس کو رٹ لیا' اس سے فائدہ کیا؟ تو سرکار دو عالم ﷺ نے بیان فرمایا کہ یہ قرآن ایسا نسخہ شفا ہے کہ جو شخص اس کو سمجھ کر اس پر عمل کرے۔ اس کے لئے تو باعث شفا ہے ہی' لیکن اگر کوئی شخص محض اس کی تلاوت کیا کرے بغیر سمجھے بھی تو اس پر بھی اللہ تبارک و تعالیٰ نے اتنی نیکیاں لکھی ہیں کہ ایک الم کے پڑھنے پر تیس نیکیوں کا اضافہ ہو جاتا ہے۔

قرآن کریم سے غفلت کا باعث

ان نیکیوں کا حاصل کرنے کے لئے کوئی کشش پیدا نہ ہوئی' کوئی جنبش نہ ہوئی' کوئی حرکت نہیں ہوئی کوئی جذبہ دل میں پیدا نہ ہوا کیوں؟ اس واسطے کہ آج کی دنیا کا سکہ

نیکیاں نہیں' یہ جو کہا جارہا ہے کہ نیکیوں میں اضافہ ہو جائے گا نامہ اعمال میں اضافہ ہو جائے گا یہ سکہ رائج الوقت نہیں' اگر یوں کہا جاتا کہ الم کے الف پر دس روپے ملیں گے' لام پر دس روپے ملیں گے' تو دل اس کی طرف کھنچا' کشش ہوتی۔ لوگ دوڑتے اور بھاگتے کہ یہ تو بہت سستا سودا مل رہا ہے کہ الم پڑھو اور تیس روپے کماؤ۔ لیکن چونکہ یہ کہا جارہا ہے کہ روپوں کے بجائے نیکیاں ملیں گی۔ کوئی کشش کوئی جنبش کوئی حرکت دل میں پیدا نہیں ہو رہی۔ اس واسطے کہ نیکیوں کی قدر نہیں معلوم' جانتے نہیں کہ نیکی بڑھنے سے کیا ہوتا ہے اور روپے کی قدر معلوم ہے' دس روپے ملیں گے تو ان سے اتنا کام ہو گا اور تیس روپے ملیں گے تو ان سے اتنا کام ہو گا اس واسطے ان کی قدر و قیمت کا پتہ ہے' نیکیاں بڑھنے سے کون سی کار ہاتھ آگئی' کونسا بنگلہ بن گیا' کونسے بینک بیلنس میں اضافہ ہو گیا' نیکیاں بڑھ گئیں تو کیا ہو گیا' سکہ رائج الوقت تو ہے نہیں' اس واسطے اس کی طرف کشش نہیں ہوتی۔ اس کی طرف دل میں حرکت نہیں ہوتی۔

جس روز یہ آنکھ بند ہو گئی' جس روز اس قلب کی حرکت رک جائے گی اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور حاضری ہو گی اس دن پتہ چلے گا کہ یہ نیکیاں کیا چیز تھیں اور یہ روپے جس کی ہم قدر کیا کرتے تھے جو آج بڑی قیمتی چیز ہیں یہ کیا تھے؟

در حقیقت مفلس کون ہے؟

حدیث میں آتا ہے ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے دریافت فرمایا کہ بتاؤ' مفلس کے کہتے ہیں؟ مفلس کے معنی کیا ہیں؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا' یا رسول اللہ! مفلس تو اس کو کہتے ہیں جس کے پاس دینار و درہم نہ ہوں یعنی جس کے پاس روپیہ پیسہ نہ ہو۔ اس زمانے میں درہم چلتے تھے اشرفیاں سونے کی اور درہم چاندی کے' تو جس کے پاس روپیہ پیسہ نہ ہو' دولت نہ ہو وہ مفلس ہے حضور نے فرمایا وہ حقیقی مفلس نہیں۔ حقیقی مفلس کون ہے؟ میں تمہیں بتاتا ہوں حقیقی مفلس وہ ہے کہ جب قیامت کے دن اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو نیکیوں سے اس کی میزان عمل کا پلہ بھرا ہوا تھا' بہت سی نیکیاں لے کر آیا تھا' نمازیں پڑھی تھیں' روزے رکھے تھے' تسبیحات پڑھی تھیں' اللہ کا ذکر کیا تھا' تعلیم حاصل کی تھی' تبلیغ کی تھی' دین کی خدمت انجام دی تھی' بہت ساری نیکیاں اللہ تبارک و تعالیٰ کے دربار میں لے کر آیا تھا۔

لیکن جب نیکیاں پیش ہوئیں تو معلوم ہوا کہ نیکیاں تو بہت کی تھیں نماز بھی پڑھی' روزہ بھی رکھا' زکوٰۃ بھی دی' حج بھی کیا' سب کچھ کیا۔ لیکن بندوں کے حقوق ادا نہ کئے کسی کو مارا' کسی کو برا کہا' کسی کا دل دکھایا' کسی کو تکلیف پہنچائی۔ کسی کی غیبت کی' کسی کی جان پر حملہ آور ہوا' کسی کا مال کھایا۔۔۔۔۔ کسی کی آبرو پر حملہ کیا۔ یہ اللہ کے بندوں کے حقوق ضائع کئے' نمازیں پڑھی تھیں' روزے رکھے تھے' عبادتیں کی تھیں' قرآن کریم کی تلاوت کی تھی سب کچھ کیا تھا۔ لیکن لوگوں کو اپنے ہاتھ سے اپنی زبان سے اور مختلف طریقوں سے تکلیف پہنچائی تھی' اب جب اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوا۔ وہاں تو عدل ہے انصاف ہے۔ اس لئے جن کے حق مارے تھے ان سے کہا کہ تم اس سے اپنا حق وصول کرو۔ جس کا پیسہ کھایا تھا اس سے پیسے وصول کرے اب وہاں کوئی پیسے تو ہیں نہیں۔ نہ روپیہ نہ پیسہ نہ دولت وہاں دنیا کی سب کرنسیاں ختم ہو چکیں وہ حق کیسے ادا کرے؟ باری تعالیٰ فرمائیں گے یہاں کا سکہ روپیہ پیسہ نہیں' یہاں' سکہ تو نیکیاں ہیں۔ وہ نیک اعمال ہیں جو اس نے دنیا کے اندر کئے تھے' لہٰذا اسی کے ذریعہ تبادلہ ہو گا' چنانچہ جس کے پیسے کھائے تھے اس سے کہا جائے گا اس کی نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں سے لے لو' اس نے بہت ساری نفلی نمازیں پڑھی تھیں وہ سب ایک صاحب حق کو مل گئیں' دوسری نمازیں دوسرا صاحب حق لے گیا روزے تیسرا صاحب حق لے گیا' حج چوتھا صاحب حق لے گیا اور جتنے نیک اعمال کئے تھے ایک ایک کر کے لوگ لے جاتے رہے۔ یہاں تک کہ ساری کی ساری نیکیاں ختم ہو جائیں گی' وہ جتنا ڈھیر لے کر آیا تھا کہ وہ سارا کا سارا ختم ہو گیا۔ اب کچھ باقی نہیں' کچھ لوگ پھر بھی کھڑے ہیں کہ پروردگار ہمارا حق تو رہ گیا ہمارے بھی پیسے کھائے تھے۔ ہمیں بھی برا بھلا کہا تھا' ہماری بھی غیبت کی تھی' اس سے ہمارا بھی بدلا دلوایئے۔

لیکن اس کے پاس نیکیوں کا ذخیرہ تو ختم ہو گیا۔ بدلہ کیسے دلوائیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اب راستہ یہ ہے کہ تمہارے جو گناہ ہیں وہ تمہارے نامہ اعمال سے مٹا کر اس کے نامہ اعمال میں ڈال دیئے جائیں' تم نے غیبت کی تھی تمہارے یہ گناہ معاف' وہ گناہ اس کو دے دیا جائے۔ تم نے کوئی اور ناجائز کام کیا تھا' اس ناجائز کام کا گناہ تمہارے نامہ اعمال سے مٹا کر اس کے نامہ اعمال میں لکھ دیا جائے۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیکیوں کا ڈھیر لے کر آیا تھا لیکن بندوں کے حقوق کا معاملہ ہوا تو بجائے اس کے کہ وہ نیکیاں باقی رہتیں الٹا لوگوں کے گناہ بھی اس کی گردن پر ڈال دیئے گئے' فرمایا حقیقت میں مفلس وہ ہے جو نیکیاں لے کر آیا تھا اور گناہوں کا بوجھ لے کر جا رہا ہے۔

حقوق العباد کی اہمیت

اس لئے یہ حقوق العباد بڑے ڈرنے کی چیز ہے' لوگوں کے حقوق مارنا خواہ پیسے کی شکل میں ہو یا عزت کی شکل میں ہو' یا جان کی شکل میں ہو' یہ اتنا خطرناک معاملہ ہے کہ اور گناہ توبہ سے معاف ہو جاتے ہیں لیکن حقوق العباد توبہ سے معاف نہیں ہوتے۔

اگر کوئی شخص شراب پیئے معاذ اللہ' زنا کرے' جوا کھیلے' کوئی اور گناہ کرے اور کتنے ہی بڑے سے بڑے گناہ کئے ہوں اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور حاضر ہو کر سچے دل سے توبہ کرلے' اور استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ پڑھ لے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ جو ایک مرتبہ گناہ سے تائب ہو جائے تو ایسا ہو جاتا ہے جیسے اس نے کبھی گناہ کیا ہی نہیں' سب معاف فرما دیتے ہیں۔

لیکن اگر بندوں کے حقوق مارے' مثلاً ایک پیسہ بھی کسی کا ناجائز لیا۔ کسی کو برا بھلا کہہ دیا۔ کسی کا دل دکھا دیا۔ یہ ایسا گناہ ہے کہ اس کی معافی کی کوئی شکل نہیں۔ یہ توبہ سے بھی معاف نہیں ہوتا۔ جب تک وہ صاحب حق معاف نہ کرے' جس کا حق سلب کیا ہے' اس واسطے اس معاملہ میں بہت ہی زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔

ابھی مدرسہ دیکھنے کے لئے بالائی حصہ پر جانا ہوا۔ بڑا دل خوش ہوا اللہ تبارک و تعالیٰ اس مدرسہ کو ظاہری و باطنی ہر طرح کی ترقیات عطا فرمائے' یہاں پر دین کے سچے طالب پیدا فرمائے۔ ماشاء اللہ بڑا کام ہو رہا ہے' لیکن جب اوپر بیٹھا تو لاؤڈ اسپیکر کی آواز اتنی تیز کان میں آرہی تھی' باہر بھی' اوپر بھی کہ چاروں طرف اس کا شور گونج رہا تھا' میں نے گذارش کی کہ اس کی آواز ہلکی کرنی چاہئے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی گذارش کی کہ کسی ایک جگہ پر بات چیت سننے کے لئے لوگ جمع ہوں تو شریعت کا حکم یہ ہے کہ آواز اتنی ہی ہونی چاہئے۔ جتنی کہ حاضرین کو پہنچانے کے لئے کافی ہو' لیکن سارے محلہ کو سارے شہر کو سنانا کئی وجہ سے جائز نہیں' سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ کوئی اللہ کا بندہ کسی گھر میں بیمار ہے اور سونا چاہتا ہے اور اس آواز کی وجہ سے اسکو تکلیف پہنچ رہی ہے اس کی بیماری میں اضافہ ہو رہا ہے یا کوئی اور شخص ہے جو بیمار تو نہیں لیکن سونا چاہتا ہے اور ہماری آواز کی وجہ سے اس کی نیند میں خلل آرہا ہے اس کی نیند خراب ہو رہی ہے۔ ہم خوش ہیں کہ ہماری تقریر کی آواز دور دور تک پہنچ رہی ہے قیامت کے دن پوچھ ہو گی کہ میرا ایک بندہ تمہاری وجہ سے تکلیف میں تھا تو تمہارے پاس اس کا کیا جواب ہے؟

مسلمان کون ہے؟

حدیث میں نبی کریم سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان سے اور ہاتھ سے دوسرے تمام مسلمان محفوظ رہیں' اس کے ہاتھ سے بھی دوسرے مسلمان کو کوئی تکلیف نہ پہنچے' اس کی زبان سے بھی کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔ ہم تو اپنے زعم میں دین کی بات کر رہے ہیں لیکن دین کی بات کرنے کا بھی شریعت نے طریقہ بتایا ہے اور وہ طریقہ یہ ہے کہ ایک شخص آپ کی بات سننا نہیں چاہتا' آپ اس کے کان کے اوپر لاؤڈ اسپیکر لگا کر زبردستی اس کو بات سنائیں' اس کا شریعت میں کوئی جواز نہیں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ مسجد نبوی میں تشریف لائے' دیکھا کہ ایک صاحب وعظ کہہ رہے

ہیں اور لوگ جمع ہیں' لوگ تھوڑے سے ہیں لیکن واعظ آواز بہت تیز نکال رہے ہیں' جو باہر دور تک جارہی ہے' حضرت فاروق اعظمؓ نے ان کو بلا کر فرمایا کہ اے واعظ! اتنی آواز نکالو' جتنے تمہارے سننے والے موجود ہوں' اس سے باہر تمہاری آواز نہیں جانی چاہئے اور اگر آئندہ تمہاری آواز باہر جائے گی تو سمجھ لو میں اپنا درہ کام میں لاؤں گا۔ اس واسطے کہ باہر کے لوگ سننے والے نہیں ہیں جن کو سننا ہی ہے وہ آپ کے پاس آکر بیٹھ جائیں۔ اس زمانہ میں لاؤڈ اسپیکر کا تو رواج ہی نہیں تھا ویسے ہی آواز باہر جارہی تھی' تب بھی فاروق اعظمؓ نے روکا' اگر اس زمانے میں فاروق اعظم ہوتے تو نہ جانے ہم میں سے کتنوں کی کمر پر فاروق اعظمؓ کا درہ ہوتا کہ دن رات جہاں دیکھو دین کے نام پر ہم وہ کام کرتے ہیں جو دین کے خلاف ہے اور شرعاً" ناجائز ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حجرہ مسجد نبوی کے ساتھ تھا۔ جہاں آپ ﷺ آرام فرما ہیں حضرت عائشہ صدیقہؓ کا معمول تھا کہ وہ جمعہ کے بعد کچھ آرام کیا کرتی تھیں' وہاں ایک صاحب وعظ کہنے کے لئے تشریف لے آتے تھے اور وہ بڑی بلند آواز سے وعظ کہا کرتے تھے' حضرت عائشہ صدیقہؓ نے پیغام بھجوایا کہ آپ جب وعظ کریں تو جتنے لوگ جمع ہوں۔ ان کے مطابق آواز نکالا کریں' باہر دور تک آواز نہ پہنچایا کریں' وہ نہیں مانے اور کہنے لگے میں تو دین کا حکم سنا رہا ہوں دین کی تبلیغ کر رہا ہوں صدیقہ عائشہؓ نے حضرت فاروق اعظمؓ کے پاس شکایت کی اور کہا کہ وہ شخص یہاں آکر وعظ کہتا ہے اور میری نیند میں خلل واقع ہوتا ہے آپ اس کو روکیں۔

تعلیم نبوی

نبی کریم ﷺ نے ہمیں یہ طریقہ سکھایا' آج ہم نے پتہ نہیں کس چیز کا نام دین سمجھ لیا' سرکار دو عالم ﷺ نے جو طریقہ سکھایا وہ کیا ہے؟ آپ تہجد کے لئے بیدار ہو رہے ہیں۔ اور اس وقت بستر سے کس انداز سے اٹھتے ہیں حدیث شریف میں آتا ہے "قام رویدا"" آہستہ سے اٹھتے ہیں "وفتح الباب رویدا"" دروازہ آہستہ سے کھولتے ہیں' کیوں؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے اٹھنے سے صدیقہ عائشہؓ کی نیند میں خلل آجائے' وہ صدیقہ عائشہؓ جو نبی کریم ﷺ کے ایک ایک حکم پر آپ کی ایک ایک ادا پر جان قربان کرنے کے لئے تیار ہیں' ایک نیند تو کیا کروڑوں نیندیں قربان کرنے کے لئے تیار ہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر' لیکن تعلیم یہ دے رہے ہیں کہ اپنی عبادت انجام دینی ہے تو اس طرح نہ دو جس سے دوسروں کو تکلیف ہو۔

یہ حقوق العباد' جو نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائے۔ آج اگر ہم کو کوئی دین کی بات کرنی ہے تو ساری دنیا کو سنانا ضروری ہے' چاہے کوئی سو رہا ہو' یا مر رہا ہو' یا کوئی بیمار ہو' اس بات کا کوئی لحاظ نہیں' کسی کے ذہن میں بھی نہیں آتا کہ ہم یہ کوئی گناہ کا کام کر رہے ہیں۔

مسلمان کی عزت و عظمت

کسی مسلمان کو تکلیف پہنچانا گناہ کبیرہ ہے' ایسا ہی گناہ ہے' جیسے شراب پینا' ڈاکہ ڈالنا' چوری کرنا' زنا کرنا' ابن ماجہ میں حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ بیت اللہ شریف کا طواف فرمارہے تھے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ساتھ تھے' حضرت عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کو خطاب فرما رہے ہیں' اے اللہ کے گھر! تو کتنی حرمت والا ہے' کتنی عظمت والا ہے' کتنے تقدس والا ہے' کتنا مقدس ہے' پھر تھوڑی دیر کے بعد حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کہ لیکن ایک چیز ایسی ہے۔ جس کی عظمت' جس کا تقدس تجھ سے بھی زیادہ ہے یہ کعبے سے اللہ سے خطاب کرکے فرمایا' حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک دم سے میرے کان کھڑے ہوگئے' میں چونکا کہ وہ کونسی چیز ہے کہ جس کی عزت و حرمت اور جس کی عظمت بیت اللہ سے بھی زیادہ ہے؟ پھر آپ نے فرمایا کہ وہ چیز ہے ایک مسلمان کی جان' اس کا مال اس کی آبرو۔

مسلمان کی جان' مسلمان کا مال اور مسلمان کی آبرو' یہ تین چیزیں ایسی ہیں اے کعبے اللہ ان کی حرمت تجھ سے بھی زیادہ ہے' کیا مطلب؟ کہ اگر کوئی شخص ناجائز طور پر کسی مسلمان کی جان پر حملہ آور ہو اس میں جان سے مارنا' قتل کرنا' زخمی کرنا' نقصان پہنچانا' تکلیف پہنچانا' جسمانی تکلیف کوئی بھی پہنچائی جائے وہ سب اس میں داخل ہیں تو کسی مسلمان کی جان یا مال یا آبرو کو نقصان پہنچانا اتنا بڑا گناہ ہے کہ جیسے کوئی شخص کعبے اللہ کو ڈھادے' کعبے کا منہدم کردینا جتنا بڑا گناہ ہے اتنا ہی کسی مسلمان کی جان' مال اور آبرو پر ناحق حملہ کرنا گناہ ہے۔

اب آپ اندازہ لگائیے کہ نبی کریم ﷺ نے کسی مسلمان کی جان' مال اور آبرو کے بارے میں کتنی تاکید فرمائی ہے' آج خدانہ کرے' خدانہ کرے' کوئی بدبخت یہ جرات کرے کہ بیت اللہ شریف پر معاذ اللہ حملہ آور ہو کر اس کو منہدم کرنے کی کوشش کرے' کیا کوئی مسلمان ایسا ہے جو اس کی تکہ بوٹی چھوڑ دے اگر اس کے قابو میں آگیا۔ کبھی اس کی غیرت گوارا نہیں کرے گی کہ اس کی آنکھوں کے سامنے کوئی بیت اللہ پر حملہ آور ہو۔

لیکن صبح سے شام تک کتنے بیت اللہ ڈھائے جارہے ہیں' کتنے کعبے ڈھائے جارہے ہیں مسلمان کی جان جس کو نبی کریم ﷺ علیہ وسلم نے عظمت والا قرار دیا تھا وہ مکھی اور مچھر زیادہ بے حقیقت ہو کر رہ گئی ہے کہ ایک مکھی یا مچھر کو مارا' یا کسی مسلمان کو مارا' اور مارنے کے علاوہ تکلیف پہنچانے کے جتنے راستے ہیں' جن کا میں نے ذکر کیا وہ سب اس کے اندر داخل ہیں' اور ان سب کو نبی کریم ﷺ نے کتنا بڑا گناہ قرار دیا اور اسی وجہ سے آپ' فرماتے ہیں کہ سب سے بڑا مفلس وہ شخص ہے کہ جو قیامت کے دن نیکیوں کا بڑا ذخیرہ لے کر آئے' لیکن بالآخر اس کے پاس ایک نیکی بھی باقی نہ رہے' دوسروں کے گناہ اس کے نامہ اعمال میں ڈال دیئے گئے۔

دین اسلام کی حقیقت

آج ہم نے چند ظاہری عبادتوں کا نام دین رکھ لیا ہے نماز پڑھی' روزہ رکھا' کچھ زکوۃ دے دی۔ کچھ نہیں بھی دی اور حج کرنے اور عمرہ کرنے کی دولت مل گئی' یہ عبادتیں اپنی جگہ بڑی نعمتیں ہیں' لیکن دین ان میں منحصر نہیں' دین کا جو علم ہے جسے فقہ کہتے ہیں اس کے چار حصے ہیں ان میں سے ایک حصہ عبادات سے متعلق ہے باقی تین حصے حقوق العباد سے متعلق ہیں' لیکن ہم نے حقوق العباد کو دین سے بالکل خارج کرلیا ہے۔ کسی کو یہ خیال تک نہیں آتا کہ میں نے کوئی گناہ کا کام کیا۔ یا کوئی ناجائز کام کیا۔ یا اللہ تبارک وتعالیٰ کو ناراض کرنے والا کام کیا ہے' اگر ایسا ناراض کرنے والا کوئی کام کیا۔ تو اس کی توبہ کی کوئی شکل نہیں جب تک وہ صاحب حق اس کو معاف نہ کردے۔

رشوتوں کا دور دورہ ہے۔ لوگوں کو ایذا پہنچارہے ہیں' تکلیفیں پہنچائی جارہی ہیں ان کا حق لوٹا جارہا ہے' یہ ساری کی ساری باتیں حقوق العباد سے متعلق ہیں' تکلیف پہنچانے کی جو بھی چیزیں ہیں وہ حقوق العباد کو تلف کرنے والی ہیں' بہر حال یہ بات تو اس حدیث کے تحت زبان پر آگئی' لیکن بڑی اہم بات ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی عمل کرنے کی توفیق دے' آپ حضرات کو بھی عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کی اہمیت اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں پیدا فرمائے۔

یہ دین چند ظاہری عبادتوں کا نام نہیں ہے۔ یہ ہمیں ایک ایک چیز کے بارے میں ہدایت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عمل عطا فرمائے۔ عرض یہ کررہا تھا کہ آج کی اس دنیا میں جب تک کہ آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اس وقت تک ہمیں ان نیکیوں کی قدر و قیمت معلوم نہیں ہوتی ساری دولت روپے پیسے کو سمجھ رکھا ہے۔ میرے پاس بینک بیلنس زیادہ ہوجائے پیسے زیادہ ہوجائیں۔ بنگلہ بن جائے۔ کار مل جائے۔ بس ساری دوڑ دھوپ' سارا سوچ بچار کا محور ہم نے اس کو بنا رکھا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ نیکیوں کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔

عبرت آموز واقعہ

اس کی مثال بالکل ایسی ہے' میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع قدس اللہ سرہ مفتی اعظم پاکستان نے۔۔۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنا فضل فرمائے آمین۔۔۔ اپنا ایک واقعہ سنایا اور جو اللہ والے ہوتے ہیں یہ اپنے ساتھ جو بھی پیش آئے اس سے کوئی نہ کوئی سبق لیتے ہیں اپنے بچپن کا واقعہ سناتے ہیں کہ بچپن میں جب میں چھوٹا سا بچہ تھا' اپنے ایک

بھائی کے ساتھ کھیل رہا تھا اور دیوبند ہندوستان میں حضرت والدؒ کے زمانے کے بچوں کے کھیل آج کل کے بچوں کی طرح نئے نئے کھیل تو تھے نہیں۔ ایسے ہی چھوٹے چھوٹے کھیل ہوا کرتے تھے' یہ سرکنڈے ہوتے ہیں اس کے چھوٹے چھوٹے پورے بنا کر اس سے بچے کھیلا کرتے تھے۔ ایک بچے نے اپنا پورا بیچ کی طرف لڑھکایا' دوسرے بچے نے بھی لڑھکایا۔ جس کا پورا پہلے پہنچ گیا وہ جیت گیا' اور وہ دوسرے سے ایک پورا لے لیتا تھا۔

فرمایا کہ میں یہ کھیل ایک مرتبہ اپنے بھائی کے ساتھ کھیل رہا تھا' بہت سارے پورے لیکر آیا' وہ بھی لے کر آئے تھے' اب جب کھیلنا شروع کیا تو جب بھی میں اپنا پورا لڑھکاتا ہوں تو میرا پورا پیچھے رہ جاتا ہے بھائی کا پورا آگے بڑھ جاتا ہے اور ہر مرتبہ وہ مجھ سے ایک پورا لے لیتے یہاں تک کہ جتنے پورے لے کر آیا تھا وہ سارے کے سارے ایک ایک کرکے ختم ہو گئے۔ اب میرے پاس کوئی پورا نہیں' اور بھائی جتنے لائے تھے ان کے پاس اس سے دوگنے ہو گئے'

فرماتے ہیں کہ جب میں سارے کے سارے پورے ہار گیا مجھے آج تک یاد ہے کہ مجھے اتنا شدید صدمہ اور اتنا غم ہوا اور میں اس پر اتنا رویا کہ اس کے بعد اس سے بڑے سے بڑے نقصان پر اتنا صدمہ نہیں ہوا' اور یہ سمجھا کہ آج تو میری کائنات لٹ گئی۔ آج تو میری دنیا تباہ ہو گئی۔ یہ صدمہ اس وقت اتنا ہو رہا تھا کہ کسی بڑی سے بڑی جائیداد کے لٹ جانے پر بھی نہیں ہوتا۔

فرماتے ہیں کہ آج جب سوچتا ہوں کہ کس بات پر رویا تھا' کس بات پر صدمہ ہوا تھا۔ کس بات پر اتنا غم کیا تھا' ان معمولی' بے حقیقت بے قیمت پوروں کے چھن جانے سے اتنا صدمہ ہو رہا تھا تو آ واس واقعہ کو یاد کرکے ہنسی آتی ہے' کتنی حماقت کی بات تھی' کتنی بے وقوفی کی بات تھی۔ پھر فرمایا اب ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس وقت ہم بے وقوف تھے' بچے تھے عقل نہیں تھی اس واسطے اس بے حقیقت چیز کے کھو جانے پر اتنا صدمہ کر رہے تھے' اس لئے اب اس پر ہنستے ہیں لیکن اب سمجھتے ہیں کہ اب عقل آگئی ہے کہ وہ پورے بے حقیقت تھے در حقیقت یہ روپے پیسے یہ بنگلے' یہ جائیدادیں یہ کاریں' یہ ہیں اصل چیز کہ جن کو انسان حاصل کرے۔

لیکن فرماتے ہیں کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ کے پاس آخرت میں پہنچ جائیں گے تو اس وقت پتہ چلے گا کہ یہ تمام چیزیں جن کے اوپر دنیا میں لڑ رہے تھے یہ زمین' یہ جائیداد' یہ دولت' یہ کوٹھیاں' یہ بنگلے یہ کاریں' یہ ساری کی ساری ایسی بے حقیقت تھیں جیسے کہ وہ سرکنڈے کے پورے' اور جس طرح آج اس بات پر ہنس رہے ہیں کہ پوروں کے چھن جانے سے افسوس ہو رہا تھا اسی طرح اس وقت ان کی حقیقت معلوم ہوگی کہ جو کوٹھیاں ہم بنایا کرتے تھے' جائیدادوں' پر زمینوں پر اور مال و دولت کی بنیاد پر جھگڑتے اور اکڑتے اور دنیا میں ان چیزوں کو دولت سمجھا کرتے تھے یہ حقیقی دولت نہیں تھی حقیقت میں دولت یہ اعمال حسنہ تھے' جو جنت میں لے جانے والے ہیں۔

جنت کی راحت اور جہنم کی شدت

حدیث شریف میں آتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک ایسے شخص کو بلائیں گے جس نے ساری عمر تکلیفوں میں مشقتوں میں' صدمات میں گزاری' اور اس سے پوچھا جائے گا کہ تمہاری زندگی کیسی گزری؟ وہ کہے گا پروردگار! میری زندگی کا آپ کیا پوچھتے ہیں اتنے صدمے اٹھائے اتنی تکلیف سہی' اتنی پریشانیاں اٹھائیں کہ ساری عمر کوئی خوشی یاد نہیں' ساری عمر صدمات ہی صدمات میں گزری باری تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیں گے کہ اس کو ذرا جنت کی باہر سے ہوا لگاؤ۔ اس کو فرشتے لے جائیں گے' اور جنت کے باہر سے اس طرح سے ایک چکر لگا کر لے آئیں گے کہ جنت کی ہوا کا کوئی جھونکا لگ جائے گا' اس کے بعد اس سے پوچھیں گے کہ اب بتا کیسی زندگی گزری وہ کہے گا پروردگار! میری زندگی تو اتنی عافیت میں گزری ہے کہ میں نے کسی غم کی شکل دیکھی ہی نہیں ہے۔ میں تو ساری عمر مسرتوں میں' عیش و عشرت میں اور بہت خوشی میں بسر کرتا رہا ہوں' اور میں نے کوئی تکلیف نہیں دیکھی' وہ جو ذرا سی جنت کی ہوا لگ گئی اس کی لذت' اس کی راحت اس کا سکون' اس کا اطمینان قلب میں اتنا پیارا ہو گا کہ ساری دنیا کی تکلیفوں کو بھول جائے گا۔

پھر فرمائیں گے ایسے شخص کو بلاؤ کہ جس نے دنیا کے اندر کسی غم کی شکل نہیں دیکھی کوئی صدمہ نہیں دیکھا بلکہ آرام میں عیش میں ساری عمر گزاری' اور اس سے پوچھا جائے گا کہ تمہاری زندگی کیسی گزری' وہ کہے گا کہ یا اللہ! میری زندگی تو بڑے آرام کے ساتھ گزری' بڑے عیش و عشرت میں گزری کوئی صدمہ میرے پاس نہیں پھٹکا' کہا جائے گا کہ اس کو ذرا سی ایک ہوا جہنم کی لگاؤ باہر ہی سے اندر داخل مت کرنا۔ فرشتے اس کو لے جائیں گے اور جہنم کے پاس اس طرح سے گزار کر لے آئیں گے کہ جہنم کی لپٹ کا ذرا سا جھونکا اس کو لگ جائے گا۔

اس کے بعد اس سے پوچھا جائے گا اب بتاؤ' تمہاری زندگی کیسی گزری وہ کہے گا یا اللہ! میں تو ساری عمر تکلیف میں رہا ہوں' ساری عمر صدمات میں گزاری ہے خوشی کی کوئی شکل نہیں دیکھی۔ وہ چند لمحات کی جہنم کی ہوا۔ اس کی جو شدت ہے اور اس میں جو تلخی ہے وہ اتنی زیادہ ہے کہ اس کی وجہ سے ساری عمر کی راحتیں' مسرتیں' بھول جائے گا' یہ ہے جنت و جہنم کی راحت و شدت کا حال کہ اس کے مقابلہ میں ہم دنیا کو بھول جائیں گے۔

ہماری زبوں حالی

اور ہمارا حال یہ ہے کہ صبح سے لے کر شام تک ہمارے دماغ پر اور دل پر جو فکر مسلط ہے جو سوچ بچار ہے' جو دوڑ دھوپ ہے۔ وہ اس دنیا کے بے حقیقت مال و متاع کے لئے ہے آخرت کی زندگی کو درست کرنے کی کوئی فکر نہیں ہے۔

ایک مسئلہ پر دنیا کے تمام انسان متفق ہیں

میں عرض کیا کرتا ہوں کہ دنیا میں کوئی بات ایسی نہیں ہے' جس پر ساری دنیا کے انسان متفق ہوں۔ ہر بات میں کچھ نہ کچھ اختلاف ضرور ہے' لیکن ایک بات ایسی ہے' اس سے کسی فرد بشر کا اختلاف نہیں' اور وہ یہ ہے کہ مجھے ایک دن مرنا ہے موت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ لوگوں نے خدا سے انکار کر دیا خدا کے وجود سے انکار کر دیا۔ رسالت سے انکار کر دیا۔ لیکن موت سے انکار کرنا کسی کے لئے ممکن نہیں۔ بڑے سے بڑے دھریہ' بڑے سے بڑا ملحد' کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ موت نہیں آئے گی ہر شخص اس کو مانتا ہے اور ساتھ ہی اس کو بھی مانتا ہے کہ اس مرنے کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ ہو سکتا ہے اگلے لمحہ آجائے۔ ہو سکتا ہے کل آجائے' ہو سکتا ہے کہ دو دن کے بعد آجائے' ہو سکتا ہے کہ مہینے بعد آئے' ہو سکتا ہے کہ سال بھر میں آجائے بہت زیادہ جی لئے تو ستر سال اسی سال' پھر بہت ہی زیادہ جی لئے تو سو سال' اس کے بعد تو جانا ہی جانا ہے۔

ایک سبق آموز واقعہ

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے اور یہ بڑا عجیب واقعہ ہے یاد رکھنے کا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے' حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سفر پر جا رہے ہیں جاتے جاتے سفر کے دوران کچھ بھوک لگی' وہ ہوٹلوں' ریسٹورینٹوں کا زمانہ تو تھا نہیں کہ بھوک لگی تو کسی ہوٹل میں گھس گئے اور وہاں جا کر کھانا کھا لیا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے تلاش کیا کہ آس پاس بستی ہو لیکن وہاں کوئی بستی بھی نہیں۔ تلاش کرتے کرتے دیکھا کہ ایک بکریوں کا ریوڑ چر رہا ہے' خیال ہوا کہ اس بکری والے سے کچھ دودھ لے کر پی لیں تاکہ بھوک مٹ جائے' تو دیکھا کہ چرواہا بکریاں چرا رہا ہے اس سے جا کر کہا کہ میں مسافر ہوں اور مجھے بھوک لگی ہے' مجھے ایک بکری کا دودھ نکال دو تو میں پی لوں' اور اس کی جو قیمت تم چاہو وہ میں تم کو ادا کر دوں۔

چرواہے نے کہا کہ جناب! ضرور آپ کو دودھ دے دیتا' لیکن یہ بکریاں میری نہیں ہیں میں تو ملازم ہوں۔ نوکر ہوں بکریاں چرانے کے لئے مجھے میرے مالک نے رکھا ہوا ہے' اور جب تک اس سے اجازت نہ لے لوں اس وقت تک مجھے آپ کو دودھ دینے کا حق نہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ لوگوں کو آزمایا بھی کرتے تھے۔ آپ نے اس سے کہا کہ میں تمہیں تمہارے فائدے کی ایک بات بتاتا ہوں' اگر تم اس پر عمل کر لو۔ پوچھا کیا؟ آپ نے فرمایا ایسا کرو کہ ان بکریوں میں سے ایک بکری میرے ہاتھ بیچ دو' پیسے میں تمہیں ابھی دیتا ہوں' میرا فائدہ تو یہ ہو گا کہ مجھے دودھ مل جائے گا' ضرورت ہوگی تو میں اسے کاٹ کر گوشت بھی کھاؤں گا' اور پھر مالک جب تم سے پوچھے ایک بکری کہاں گئی؟ تو کہہ دینا کہ

بھیڑیا کھا گیا۔ اور اس کی وجہ سے وہ تباہ ہو گئی اور بھیڑیا تو بکریوں کو کھاتا ہی رہتا ہے۔ کہاں مالک تمہاری تحقیق کرتا پھرے گا' بھیڑیے نے کھایا یا نہیں کھایا' تم ان پیسوں کو اپنی جیب میں رکھ کر ان کو اپنی ضروریات میں استعمال کرنا۔ ایسا کرلو' اس میں تمہارا بھی فائدہ' میرا بھی فائدہ۔

اس چرواہے نے یہ بات سنی اور سنتے ہی بے ساختہ جو کلمہ اس کی زبان سے نکلا وہ یہ تھا "یا ابن الملک! فاین اللہ؟ شہزادے تم مجھ سے یہ کہتے ہو کہ میں مالک سے جاکر جھوٹ بول دوں اور یہ کہہ دوں کہ بکری کو بھیڑیا کھا گیا' تو اللہ میاں کہاں گئے؟ اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ بیشک میرا مالک مجھے نہیں دیکھ رہا ہے۔

لیکن مالک کا مالک' مالک الملک وہ دیکھ رہا ہے' اس کے پاس جاکر میں کیا جواب دوں گا۔ مالک کو تو خاموش کر سکتا ہوں' لیکن مالک کے مالک کو کیسے خاموش کروں۔

فاروق اعظم راضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب تک تجھ جیسے انسان اس امت کے اندر موجود ہیں اس وقت تک اس امت پر کوئی فساد نہیں آسکتا' جن کے اندر اللہ کے سامنے جواب دہی کا احساس موجود ہے جب تک یہ احساس باقی ہے اس وقت تک دنیا میں امن و سکون باقی ہے اور جب یہ ختم ہو گیا تو اس وقت انسان' انسان نہ رہے گا۔ بلکہ بھیڑیا بن جائے گا' جیسا کہ آج کل بنا ہوا نظر آرہا ہے۔

انسان انسان نہیں درندہ بنا ہوا ہے' دوسرے کی بوٹیاں نوچنے کی فکر میں ہے دوسرے کی کھال اتارنے کی فکر میں ہے۔ دوسرے کا خون پینے کی فکر میں ہے' صرف اس دنیا کے کچھ فائدے حاصل کرنے کے لئے کہ اس کے کچھ فائدے حاصل ہو جائیں۔

ابدی زندگی کی فکر

نبی کریم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فکر پیدا فرمائی کہ دنیاوی زندگی تو خدا جانے کتنے دن کی ہے۔ کب ختم ہو جائے اللہ کے سامنے جوابدہ ہونا ہے۔ جو ابدی زندگی ملنے والی ہے اس کی فکر کرو اور وہاں کا سکہ روپیہ پیسہ نہیں ہے۔ تم لاکھ جمع کرلو۔ کروڑ کرلو۔ ارب کرلو۔ کھرب کرلو۔ سب یہیں دنیا میں چھوڑ کر جاؤ گے۔ کوئی تمہارے ساتھ جانے والا نہیں ہے۔ وہاں اگر کوئی چیز جانے والی ہے تو وہ نیک عمل ہے۔

ایک حدیث میں نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی مردہ قبرستان کی طرف لے جایا جاتا ہے تو تین چیزیں اس کے ساتھ جاتی ہیں' ایک اس کے عزیز و اقارب جاتے ہیں اس کو چھوڑنے کے لئے' دوسرے اس کا مال جاتا ہے۔ یعنی وہ کپڑے جو اس کے اوپر ہیں اور چارپائی ہے' جس میں اس کو لپیٹ کر لٹا کر لے جایا جا رہا ہے اور تیسری چیز جو اس کے ساتھ جاتی ہے وہ اس کا عمل ہے' فرمایا پہلی دو چیزیں یعنی عزیز و اقارب اور مال قبر کے کنارے جانے کے بعد واپس ہو جاتے ہیں آگے جانے والی چیز ایک ہی ہے اور وہ اس کا عمل ہے خواہ وہ نیک عمل ہے یا اس کا برا عمل ہے۔

اس واسطے وہاں کا سکہ یہ روپیہ پیسہ نہیں' یہ مال و دولت نہیں' وہاں کا سکہ نیکیاں ہیں اور ان نیکیوں کے حصول کے لئے سب سے بڑی دولت جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائی وہ یہ قرآن کریم کی دولت ہے۔ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ قرآن کریم اس امت کے واسطے نسخہ شفا بنا کر بھیجا۔ اس کا پڑھنا' اس کا سمجھنا' اس پر عمل کرنا' اس کی دعوت دینا' اس کی تبلیغ کرنا' سب انسان کے لئے موجب اجر و ثواب ہے موجب سعادت ہے۔

قرآن کریم کی قدر کا طریقہ

نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ایک ایسی چیز کو چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک اس کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے اس وقت تک کبھی گمراہ نہیں ہو گے اور وہ ہے اللہ کی کتاب' یہ چھوڑ کر آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔ اور اس کی قدر پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ کم از کم اتنا تو کرے کہ ہم مسلمانوں میں سے کسی کا بچہ بھی قرآن کی تعلیم کے بغیر نہ رہے' جب تک قرآن مجید ناظرہ نہ پڑھ لے اس وقت تک اس کو کسی اور کام میں نہ لگایا جائے۔

ایک وقت تھا جب صبح کے وقت مسلمانوں کی بستیوں سے ہر طرف سے قرآن کریم کی تلاوت کی آوازیں آیا کرتی تھیں' لیکن اب قرآن کریم کی تلاوت کو کان ترستے ہیں۔ اب فلمی گانوں کی آوازیں آئیں گی اور طرح طرح کے خرافات کی آوازیں آئیں گی نہیں آئے گی تو قرآن مجید کی تلاوت کی آواز نہیں آئے گی۔

مسلمانوں کا فرض

درحقیقت یہ مدارس اس فرض کے لئے ہیں کہ امت میں دینی شعور کو بیدار کیا جائے' تاکہ قرآن کریم کی طرف لوٹیں اور قرآن کریم کے الفاظ' اس کے معانی' اس کے مفاہیم پھیلانے اور پہنچانے کی فکر کریں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے اللہ تعالیٰ کا انعام ہے کہ آپ کے محلہ میں یہ مدرسہ یہ خدمت انجام دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو ہر طرح کی ظاہری اور باطنی ترقیات عطا فرمائے۔ ابھی مدرسہ کے حضرات یہ کہہ رہے تھے اور بجا طور پر کہہ رہے تھے کہ یہ دین کی خدمت کا ادارہ ہے۔ تمام مسلمانوں کو اس کے ساتھ تعاون کرنا چاہئے وہ لوگ جنہوں نے اپنی زندگی اسلام کے لئے کھپائی ہے اور قرآن کریم کی خدمت کے لئے کم از کم ان کو اس فکر سے آزاد کریں کہ وہ لوگوں کے پاس چیسے نہ مانگتے پھریں' بیشک یہ مسلمانوں پر فرض ہے۔

لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ اس سے بھی زیادہ ضروری چندہ جو مسلمانوں سے اس وقت لینے کی ضرورت ہے وہ ہے بچوں کا چندہ' جو مسلمان گھرانوں سے حاصل کئے جائیں' جن کو قرآن کریم کی تعلیم دی جائے' اب یہ وبا پھیل چکی ہے کہ قرآن کریم کو پڑھائے بغیر دنیا کے دوسرے کاموں کے اندر لگا دیتے ہیں اور قرآن کریم کی دولت سے بچہ محروم رہتا ہے۔

بچپن کی تعلیم

بچپن میں ایک مرتبہ قرآن پڑھا دو۔ اس کے قلب کو قرآن کریم سے منور کرو۔ اس کے بعد اس کو کسی بھی کام میں لگاؤ گے تو انشاء اللہ ثم انشاء اللہ قرآن کے انوار و برکات اس کے اندر شامل حال ہوں گے' جب قرآن اس کو پہلے پڑھا دیا اس کے کان کے ذریعے ایمان کا بیج اس کے قلب میں پیوست کر دیا اور تجربہ یہ ہے کہ جو بچے مکتب میں قرآن کریم پڑھ کر جاتے ہیں تو وہ کسی بھی ماحول میں چلے جائیں لیکن ایمان کا بیج ان کے قلب میں موجود رہتا ہے۔

اگر آپ نے شروع ہی سے بچے کو بسم اللہ' سبحان اللہ' الحمد للہ اور قرآن کریم کی آیات سکھانے کے بجائے اس کو کٹ پٹ سکھانی شروع کر دی اور اس کے دماغ کے اوپر کتے بلی کو مسلط رکھا' اور قرآن کریم کے انوار و برکات کو اس کے دل میں داخل نہ ہونے دیا تو اس کے دل میں ایمان کہاں سے آئے گا۔ اس کے دل میں اسلام کی محبت کہاں سے آئے گی۔ اس کے دل میں آخرت کی فکر کیسے پیدا ہو گی۔ پھر تو وہی مادہ پرست انسان پیدا ہو گا جو ہمیں چاروں طرف گھومتا ہوا نظر آرہا ہے' جس کو اللہ کے حضور کھڑے ہونے کا احساس بھی نہیں' جو دوسروں پر ظلم ڈھاتا ہے۔ دوسروں کی کھال کھینچتا ہے۔

اگر اپنے بچوں کے مستقبل پر رحم کرنا ہے تو خدا کے لئے جب تک انہیں قرآن کریم کی تعلیم نہ دلا دیں اس وقت تک ان کو کسی اور کام میں نہ لگائیں' آج کی محفل سے اگر ہم یہی فائدہ اٹھالیں کہ ہم یہ عہد کرکے یہاں سے جائیں اور ہم میں سے ہر شخص یہ عزم کرکے جائے کہ اپنے بچوں کو جب تک قرآن کریم نہیں پڑھائیں گے اس وقت تک کسی اور کام میں نہیں لگائیں گے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس مجلس کا بہت بڑا فائدہ ہم نے حاصل کر لیا۔ ورنہ تقریریں اور باتیں تو دنیا میں بہت ہوتی ہیں۔ آپ حضرات تشریف لائے میرے جو سمجھ میں آیا وہ میں نے عرض کیا۔

نشستند و گفتند و برخاستند

ایک کان سے سنا دوسرے کان سے نکال کر اور دامن جھاڑ کر چل دیئے' اس سے کچھ حاصل نہیں کچھ فائدہ نہیں' اگر کم از کم یہ ارادہ لے کر چلے کہ اپنی حد تک تمام بچوں کو قرآن کریم پڑھائیں گے اور اپنے ملنے جلنے والوں دوستوں اور عزیز و اقارب کو بھی اس طرف متوجہ کریں گے' انشاء اللہ اس کا فائدہ ہو گا' اللہ تعالیٰ نے جو باتیں کہلوادی ہیں۔ مجھے بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے اور آپ حضرات کو بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے اور اس مجلس میں خیر و برکت عطا فرمائے۔

●●

مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی

غزوۂ بدر حق و باطل کے درمیان فیصلہ کن معرکہ

بدر میں حق و فتح کی کامرانی تمام کائناتِ انسانی پر اللہ کا احسانِ عظیم تھا

بدر

قرآن عزیز نے جن اہم غزوات کا تذکرہ کیا ہے ان میں سب سے زیادہ نمایاں حیثیت "غزوۂ بدر" کو حاصل ہے۔ بدر دراصل ایک کنویں کا نام ہے جس کی نسبت سے یہ وادی بھی بدر ہی کہلاتی ہے' یہ وادی مکہ اور مدینہ کے درمیان مدینہ سے قریب سلطانی راستے پر واقع ہے' اسی جگہ وہ اہم غزوہ پیش آیا جس نے دنیا کی تاریخ ادیان و ملل ہی کا نہیں بلکہ ہر شعبہ حیات کا رخ پلٹ کر ظلم سے عدل کی جانب پھیر دیا۔

واقعہ

یہ واقعہ چونکہ ادیان و ملل کی تاریخ انقلاب میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے' اس لئے راویان حدیث و سیرت نے اس کے ہر ایک جزء کی تفصیل کو واضح طور پر بیان کیا ہے' تاکہ اس تاریخی واقعہ کا کوئی گوشہ بھی تشنۂ تکمیل نہ رہے' لیکن ہم اس مقام پر مختصر مگر جامع الفاظ میں اس کا ذکر مناسب سمجھتے ہیں۔

ہجرت مدینہ مشرکین کے لئے کچھ اس درجہ برہمی اور اشتعال کا باعث ہوئی اور وہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) اور مسلمانوں کو اپنی ناقابل برداشت ایذا رسانی سے محفوظ دیکھ کر کچھ اس درجہ برافروختہ ہوئے کہ اب انہوں نے طے کر لیا کہ جس قیمت پر بھی ہو سکے مسلمانوں کو نیست و نابود کر دینا چاہئے' چنانچہ اس کے لئے انہوں نے ہجرت سے متصل ہی معرکہائے جنگ کی ابتداء کر دی اور غزوۂ بواط اور عشیرہ جیسے چھوٹے چھوٹے غزوات اسی سلسلہ میں پیش آئے مگر مشرکین مکہ کی آتش حسد کے لئے یہ کافی نہ تھا اور وہ چاہتے تھے کہ کسی طرح مسلمانوں کے ساتھ ایک فیصلہ کن جنگ ہو جائے۔

اس ارادہ کی تکمیل کے لئے ضروری سمجھا کہ سامان حرب و ضرب بافراط میسر آئے اور اس کے لئے بہترین طریقہ یہ سوچا کہ ابوسفیان کی سرکردگی میں ایک قافلہ تجارت شام کی منڈیوں میں جائے اور نفع کثیر حاصل کر کے اس سے سامان جنگ مہیا کیا جائے' اور اس جذبہ نے جوش و خروش کی یہ کیفیت پیدا کر دی کہ جب قافلہ تجارت کی تیاری شروع ہوئی تو مکہ کے ہر متنفس نے اپنے سرمایہ کا کچھ حصہ اس تجارت کے لئے پیش کیا حتیٰ کہ ایک بڑھیا (عجوز) نے بھی اپنی محنت کی معمولی پونجی اس خدمت کے لئے پیش کر دی' اور تقریباً ستر قریشیوں پر مشتمل یہ قافلہ ابوسفیان کی قیادت میں شام روانہ ہو گیا

مشہور محدث و مفسر ابن جریر طبری اپنی کتاب "تاریخ الامم والملوک" میں قریش کی اس کیفیت کا اس طرح تذکرہ فرماتے ہیں۔

اور قافلہ کی روانگی سے قبل مسلمانوں اور قریش مکہ کے درمیان جنگ چھڑ گئی تھی اور ان لڑائیوں میں لوگ مارے جا چکے تھے اور (مشہور مشرک) ابن حضرمی مارا جا چکا تھا اور قریش کے لوگ قیدی بھی بنائے جا چکے تھے اور یہ واقعہ قریش اور مسلمانوں کے درمیان جنگ کے مشتعل ہو جانے کا باعث بن گیا' اور یہ سب کچھ ابوسفیان اور اس کے رفقاء کے شام کی جانب قافلہ تجارت کی شکل میں نکلنے سے قبل پیش آ چکا تھا۔

اور جلیل القدر محدث و مفسر ابن کثیر (رحمہ اللہ) اپنی تاریخ البدایہ والنہایہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

باب سریہ عبداللہ بن جحش (سریہ نخلہ) جو سبب بنا بدر کبریٰ کے غزوہ کا اور جس کے متعلق قرآن نے یہ کہا" اور یہ دن ہے حق و باطل کے نکھر جانے کا وہ دن جبکہ (حق و باطل کی جنگ کے لئے) دو جماعتیں آپس میں ملیں' اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔"

قریش کا تجارتی قافلہ جب نفع کثیر حاصل کر کے شام سے واپس ہو کر مکہ جا رہا تھا' بدر سے قریب ہو کر گزرا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا۔ آپ ﷺ نے فوراً صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے مشورہ فرمایا' تب بعض حضرات نے تو بجوشی اس کے مقابلے کے لئے آمادگی ظاہر کی اور بعض نے یہ سمجھ کر کہ کسی اہم جنگ کا معاملہ نہیں ہے اس کے تعاقب پر آمادگی کا ثبوت نہیں دیا' چنانچہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت محمد بن اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ قریش کا قافلہ جا رہا ہے جس میں ان کا مال تجارت ہے' اس کا تعاقب کرو کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ اس کو تمہارے لئے مال غنیمت بنا دے پس لوگوں کو اس کے لئے پکارا گیا تو بعض نے اس کو پسند کیا اور بعض نے نکلنے میں گرانی محسوس کی اور یہ عدول حکمی کے پیش نظر نہیں بلکہ اس لئے تھی کہ وہ سمجھ رہے تھے کہ رسول اللہ علیہ وسلم کسی جنگ کے ارادے سے نہیں جا رہے ہیں۔

مسلمانوں کا یہ لشکر جو قافلہ کے تعاقب میں نکلا' سامان حرب سے بے پرواہ ہو کر مدینہ سے نکلا' مشہور روایت کے مطابق ان کی تعداد صرف تین سو تیرہ تھی' بلکہ بحمد اللہ مدینہ کے اندر بھی مسلمانوں کی آبادی ہزار ہا بالغ نفوس پر مشتمل تھی اور چند تلواریں' دو تین گھوڑے ساٹھ زرہ اور صرف ساٹھ اونٹ ان کا متاع جنگ تھا' دراصل یہ مسلمانوں کے پاس' بلکہ خود نکلنے والے مجاہدین کے پاس مدینہ میں بیش از بیش سامان جنگ اور اونٹ گھوڑے موجود تھے' غرض یہ لشکر جنگی لشکر نہیں تھا' بلکہ فداکاران توحید کا ایک مختصر سا قافلہ تھا' جو قریش کے حرب و ضرب کے سرمایہ پر قابض ہو کر دشمن کو بے مایہ بنانے نکلا تھا۔

ابوسفیان کو مسلمانوں کے تعاقب کا حال معلوم ہوا تو گھبرا گیا اور فوراً ضمضم نامی ایک شخص کو اجیر بنا کر مکہ روانہ کیا کہ وہ قریش کو اس معاملہ کی خبر دے اور مدد طلب کرے قریش نے جب حقیقت حال کو سنا تو ان میں بہت زیادہ جوش پیدا ہو گیا اور تمام سرداران قریش آمادہ جنگ ہو کر اپنے اپنے لشکر کو لے کر نکل کھڑے ہوئے اور اس کروفر سے نکلے کہ تعداد میں ایک ہزار تھے' نیزے اور تلواریں بے شمار تھیں' سات سو زرہ' ستر گھوڑے اور بے تعداد اونٹ تھے' وہ اونچی بجے' نیزے اور تلواریں بجے' ڈھالیں اور بکتر لگائے' نشہ غرور میں جھومتے ہوئے بدر کی جانب بڑھے۔

ادھر مسلمان آگے بڑھتے ہوئے جب وادی صفراء کے قریب پہنچے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بسبس بن عمرو اور عدی بن الزغبا کو جاسوس بنا کر بھیجا کہ وہ قافلہ کا حال معلوم کر کے آئیں۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ یہ دونوں بدر

پہنچے تو وہاں کنویں کے قریب قبیلہ جہینہ کا ایک شخص مجدی بن عمرو موجود تھا اور نزدیک ہی دو لڑکیاں آپس میں بات چیت کر رہی تھیں۔

ایک نے دوسری سے کہا کہ کل یا پرسوں یہاں قریش قافلہ آنے والا ہے میں اس میں کام کروں گی اور تیرا قرض اتار دوں گی اور پھر مجدی نے اس لڑکی کی تصدیق کی' بسبس نے یہ سنا تو وہ اور عدی اونٹوں کو پانی پلا کر فوراً روانہ ہو گئے۔

دوسری جانب ابوسفیان ڈرتا اور چھپتا چھپاتا قافلہ سے آگے بڑھ کر تجسس حال کے لئے بدر پہنچا' مجدی وہاں موجود تھا ابوسفیان نے دریافت کیا' تو نے کسی اجنبی کو تو یہاں نہیں دیکھا؟

مجدی نے کہا اور تو کوئی نئی بات نظر نہیں آئی البتہ تھوڑی دیر ہوئی کہ غیر متعارف دو آدمی ضرور یہاں آئے تھے اور اونٹوں کو پانی پلا کر واپس ہو گئے۔

ابوسفیان کنویں کے پاس گیا تو اونٹوں کی لید پڑی دیکھی' اس نے لید کو کریدا تو کھجور کی گٹھلیاں نکلیں' ابوسفیان نے یہ دیکھ کر کہا کہ بلاشبہ یہ اونٹ یثرب کے تھے اور تیزی کے ساتھ قافلہ تک پہنچا اور حالات سے باخبر کر کے قافلہ کا رخ ساحل کی جانب پھیر دیا اور بدر کو بائیں ہاتھ چھوڑتا ہوا مکہ کو چل دیا۔

اس مدت میں مسلمان وادی صفرا سے گزر کر وادی ذفران تک پہنچ چکے تھے' یہاں اترے تو ایک جانب بسبس اور عدی سے یہ معلوم ہوا کہ عنقریب ابوسفیان کا قافلہ بدر پہنچنے والا ہے' دوسری جانب یہ پتہ لگا کہ مکہ سے قریش ایک ہزار جمعیت لے کر کروفر کے ساتھ مسلمانوں سے لڑنے کی غرض سے بدر کی جانب بڑھ رہے ہیں۔

ابوسفیان نے جب ساحلی جانب اختیار کر لی اور اس کو یہ یقین ہو گیا کہ اگر مسلمان میرے تعاقب کے لئے بدر کی جانب آئیں گے تو میں ان کی زد سے محفوظ رہوں گا۔ اس لئے اس نے مکہ کی جانب دوسرا قاصد روانہ کیا کہ اب جنگ کی ضرورت نہیں ہے' میں مسلمانوں کی زد سے بچ کر جلدی مکہ پہنچ جانے والا ہوں' قریش بدر کے قریب آ چکے تھے کہ قاصد نے ابوسفیان کا پیغام سنایا مگر ابوجہل نے واپسی کے لئے سختی کے ساتھ انکار کر دیا اور کہا کہ اب بدر ضرور پہنچنا ہے اور مسلمانوں کا قلع قمع کر کے اس کانٹے کو ہمیشہ کے لئے نکال دینا ہے۔

بہرحال مسلمانوں کو جب وادی ذفران میں یہ دونوں خبریں ملیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ (رضی اللہ عنہم) سے دوبارہ مشورہ ضروری سمجھا کیوں کہ اب معاملہ کٹھن تھا۔ مسلمان بے سروسامان اور پھر تھوڑی تعداد میں تھے اور دشمن ہر طرح وقت کے ہتھیاروں سے مسلح' کثیر سامان جنگ کے مالک تھے اور تعداد میں تین گنے سے بھی زیادہ اور بقول ارباب سیرت انصار اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت سفر کو صد ہزار باعث نازش و مباہات سمجھتے اور ہمرکاب رہتے تھے لیکن عقبہ ثانیہ کے وقت وہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ یہ معاہدہ کر چکے تھے کہ جب تک قریش یا غیر قریش اپنی جانب سے مدینہ پر حملہ آور نہ ہوں' انصار مدینہ سے باہر نکل کر جنگ کے لئے مجبور نہیں ہوں گے۔

مشورہ کے لئے یہ اہم وجوہ تھیں جن کے پیش نظر نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ سے مشورہ فرمایا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دشمن سر پر ہے اور قافلہ قریب' اب بتاؤ کیا چاہتے ہو جنگ کر کے حق و باطل کا فیصلہ یا بغیر کانٹا لگے قافلے پر قبضہ؟

مسلمانوں نے جب یہ سنا تو بعض نے طبعی طور پر جنگ کی مخالفت کی اور اس بارے میں گرانی محسوس کی' انہوں نے کہا۔ "یا رسول اللہ ہم جنگ کے ارادے سے نہیں نکلے تھے' اس لئے بے سروسامان ہیں' ہم تو اب بھی یہی چاہتے ہیں کہ قافلہ پر قبضہ کر کے واپس چلے جائیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کمزور رائے کو ناپسند فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ قافلہ کو چھوڑو' اب اس قوم کے متعلق رائے دو جو تمہارے مقابلہ کے لئے مکہ سے نکل آئی' بعض لوگوں نے جب دوبارہ عذر کیا تو آپ ﷺ نے پھر پہلی بات لوٹا دی تب جلیل القدر صحابہ ابوبکر' عمر' علی (رضی اللہ عنہم) سمجھ گئے کہ مرضی مبارک حق و باطل کی جنگ سے وابستہ ہے' اس لئے انہوں نے جذبہ وفاداری کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا کہ ہم ہر طرح جنگ کے لئے تیار ہیں اور اسلام کی خاطر آپ ﷺ کے پسینہ کی جگہ اپنا خون بہانے کو حاضر ہیں اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے تو اس شدومد کے ساتھ فداکارانہ جذبات کا اظہار کیا کہ صحابہؓ کو ان کی تقریر پر رشک ہونے لگا مگر آپ ﷺ اب بھی نگاہ مبارک سے کسی بات کے طالب نظر آ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر انصار میں سے حضرت سعد بن معاذ (رضی اللہ عنہ) کھڑے ہوئے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کیا ہم انصار کی جانب اشارہ ہے کہ ہم کچھ عرض کریں اور پھر انصار کی جانب سے پوری وفاداری اور فداکاری کا یقین دلاتے ہوئے نہایت موثر تقریر فرمائی۔

مہاجرین و انصار کی یہ تقاریر سن کر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک مسرت سے تمتما اٹھا اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اب اللہ کے نام پر آگے بڑھو اور بشارت حاصل کرو' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ دو گروہ (قافلہ اور مشرکین مکہ کا لشکر) میں سے ایک کو تمہارے قبضہ میں دیدوں گا اور قافلہ نہیں بلکہ مشرکین کا لشکر تمہارے قبضہ میں دیدیا جائے گا اور خدا کا وعدہ بلاشبہ سچا ہے اور قسم بخدا میں جنگ سے قبل ابھی سے قوم کے سرداروں کی قتل گاہ کو دیکھ رہا ہوں۔ اور صحیح مسلم میں ہے کہ آپ ﷺ نے بدر پہنچ کر زمین پر ہاتھ رکھ کر بتایا کہ اس جگہ فلاں قریشی مارا جائے گا اور یہاں فلاں قتل ہو گا۔

سلف سے خلف تک تمام مفسرین' محدثین اور اصحاب سیر و تاریخ اس پر متفق ہیں کہ یہی وہ مشورہ ہے جس کے متعلق سورہ انفال کی یہ آیات نازل ہوئی ہیں۔

ترجمہ۔ ("انفال اللہ اور رسول کے لئے ہیں) اس لئے کہ تیرے پروردگار نے تجھ کو حق کے لئے تیرے گھر سے نکالا اور حالت یہ ہو گئی کہ مسلمانوں کا ایک فریق اس نکلنے پر گرانی کا اظہار کر رہا تھا اور وہ تجھ سے حق کے بارے میں اظہار ہو جانے کے بعد جھگڑا کر رہے تھے گویا وہ آنکھوں دیکھے موت کے منہ میں ہنکائے جا رہے ہیں اور (یہ واقعہ اس وقت پیش آیا) جبکہ اللہ تم کو وعدہ دے رہا تھا کہ دونوں فریق (قافلہ اور مشرکین مکہ کے لشکر) میں سے ایک فریق کو تمہارے قبضہ میں دیدے گا اور تم یہ شبہ کرتے تھے کہ تم کو وہ گروہ ملے جس کے مقابلہ میں کانٹا بھی نہ لگے' اور اللہ کا ارادہ یہ تھا کہ وہ اپنے وعدہ کے کلمات سے حق کو ثابت کر دکھائے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے اور اس طرح حق کو حق کر دے اور باطل کو باطل' اگرچہ مجرموں کو یہ بات پسند نہ آئے۔"

اب مسلمان آگے بڑھے اور بدر کے قریب پہنچ کر مدینہ کی جانب والے رخ عدوۃ الدنیا پر خیمہ زن ہو گئے اور مشرکین مکہ آگے بڑھے تو بدر پہنچ کر مدینہ سے دور مکہ کی جانب والے رخ عدوۃ القصویٰ پر اترے اور محاذ جنگ کا نقشہ اس طرح بنا کہ مسلمان اور مشرکین بالمقابل تھے اور ابوسفیان کا قافلہ اس وقت ساحل کی جانب نیچے نیچے مشرکین کے لشکر کی پشت پر سے گزر رہا تھا کہ جب وہ چاہیں تو مشرکین مکہ کی نصرت و مدد کے لئے بے روک ٹوک آ سکتے اور کمک کا کام دے سکتے ہیں اور پھر یہ عجیب صورتحال تھی کہ مسلمانوں کا محاذ جنگ اس درجہ ریتیلا تھا کہ انسانوں اور چوپاؤں دونوں کے قدم ریت میں دھنسے جا رہے تھے اور چلنا دشوار ہو رہا تھا مگر مشرکین کا محاذ جنگ ہموار اور پختہ فرش کی طرح تھا۔ غرض دشمن تعداد میں تین گنے سے زیادہ' سامان جنگ میں پوری طرح مکمل' ذرائع رسل و رسائل میں ہر طرح مطمئن' جائے وقوع نہایت عمدہ اور ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ قافلہ کی کمک متوقع تھی' اور خود اپنی حالت یہ کہ تعداد میں بہت کم' اسلحہ جنگ برائے نام' سامان حرب نہ ہونے کے برابر' سواریوں کا شمار برائے بیت' جائے وقوع حد درجہ خراب اور ان تمام ناسازگار حالات کے ساتھ کمک قطعاً غیر متوقع' اور حد یہ کہ دشمن پانی پر قابض اور مسلمان اس سے محروم۔

ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں اگر مسلمانوں کو ان کی ذاتی رائے پر چھوڑ دیا جاتا تو ان کی عقل و خرد یہ اسباب ظاہر اس کے سوا اور کیا فیصلہ کر سکتی تھی کہ وہ اس وقت کو ٹال دیں اور دشمن سے کسی ایسے دوسرے وقت کے لئے جنگ کا قول و قرار کریں کہ وہ دشمن کی طرح ہر حیثیت سے جنگ کے لئے تیار ہوں' چنانچہ اسی بناء پر مسلمانوں نے وادی ذفران میں شوریٰ کے وقت ابتداً" یہی کہا بھی مگر وحی الٰہی کے ذریعہ

چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم ہوچکا تھا کہ خدا کا یہ وعدہ کہ تم کو "عیر اور نفیر" دونوں میں سے ایک پر مسلط کردیا جائے گا' صرف اس شکل میں پورا ہونے والا ہے کہ مسلمان مشرکین کے لشکر (نفیر) کا مقابلہ کریں اور حق و باطل کے اس معرکہ میں مسلمان کامیاب ہوں اور مشرکین ناکام و خاسر' اس لئے مسلمانوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی پاکر ہمہ قسم کی بے سروسامانی کے باوجود خود کو حق و باطل کی معرکہ آرائی کے لئے والہانہ وفداکارانہ جذبہ پاک کے ساتھ پیش کردیا۔

ایسی صورت حال کو قرآن عزیز نے اس معجزانہ اسلوب بیان کے ساتھ ظاہر کیا۔

ترجمہ "اگر تم اللہ پر اور اس (غیبی مدد) پر یقین رکھتے ہو جو ہم نے فیصلہ کردینے والے دن اپنے بندہ پر نازل کی تھی جبکہ لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تھے تو چاہئے کہ اس تقسیم پر (یعنی مال غنیمت کی مقررہ تقسیم پر) کاربند ہو اور اللہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے' یہ وہ (بدر کا) دن تھا کہ تم ادھر قریب کے ناکہ پر تھے' ادھر دشمن دور کے ناکہ پر اور قافلہ تم سے نچلے حصہ میں تھا (یعنی سمندر کے کنارے کنارے گزر رہا تھا) اور اگر تم آپس میں لڑائی کی بات ٹھہراتے تو ضرور جنگ کے وقت کے بارے میں تم اختلاف کرتے کیونکہ تم چاہتے ہو کہ کسی حالت میں جنگ نہ ہو اور دشمن چاہتا ہے کہ ضرور جنگ ہو (یعنی تمہیں دشمنوں کی کثرت اور اپنی بے سروسامانی کا اندیشہ تھا اور قافلہ پر تسلط آسان نظر آرہا تھا اور دشمن اپنی کثرت اور سازوسامان کے بل پر گھمنڈ کئے ہوئے تھا' لیکن اللہ نے دونوں لشکروں کو بھڑا دیا تاکہ جو بات ہونے والی تھی اسے کردکھائے' نیز اس لئے کہ جسے ہلاک ہوتا ہے اتمام حجت کے بعد ہلاک ہو اور جو زندہ رہنے والا ہے اتمام حجت کے بعد زندہ رہے اور بلاشبہ اللہ سب کی سنتا اور سب کچھ جانتا ہے۔"

اور اللہ تمہاری مدد کرچکا ہے بدر کی لڑائی میں' اور تم کمزور حالت میں تھے' پس اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم شکر گزار ہو۔ (یہ جب ہوا) کہ تو مسلمانوں سے کہہ رہا تھا کیا تم کو کافی نہیں ہے کہ تمہارا پروردگار تمہاری مدد کو آسمان سے اترنے والے تین ہزار فرشتے بھیجے' ہاں بلاشبہ اگر تم صبر کرو اور تقویٰ کی راہ اختیار کرو اور پھر ایسا ہو کہ دشمن اسی دم تم پر چڑھ آئے تو تمہارا پروردگار (بجائے) پانچ ہزار نشان رکھنے والوں سے تمہاری مدد کرے گا۔ اللہ نے صرف یہ اس لئے کیا کہ تمہارے لئے خوشخبری ہو اور اس کی وجہ سے تمہارے دل مطمئن ہوجائیں اور مدد و نصرت جو کچھ بھی ہے اللہ کی ہی طرف سے ہے اس کی طاقت سب پر غالب ہے اور وہ اپنے تمام کاموں میں حکمت رکھنے والا ہے اور نیز اس لئے تاکہ منکرین حق کی جمعیت و طاقت کا ایک حصہ بیکار کردے انہیں اس درجہ ذلیل و خوار کردے کہ وہ نامراد ہو کر الٹے پاؤں پھر جائیں۔"

دعائے نصرت

غرض اس حالت میں دونوں فریق جنگ کے لئے صف آرا ہوئے تو اول آپ ﷺ نے مسلمانوں کی صفوف کو درست فرمایا اور پھر اس عریش (خس پوش جھونپڑی) کے نیچے جاکر جو آپ ﷺ کے لئے میدان جنگ میں بنادی گئی تھی درگاہ الٰہی میں الحاح و تضرع کے ساتھ دعا شروع کردی اور عرض کیا۔

"خدایا! تو نے مجھ سے جو وعدہ (نصرت) فرمایا اس کو پورا کر۔ خدایا! اگر یہ مٹھی بھر مسلمان ہلاک ہوگئے تو پھر خطہ زمین پر کوئی تیرا عبادت گزار باقی نہیں رہے گا۔"

صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) نے دیکھا تو قریب آئے اور عرض کیا خدا کے رسول ﷺ بس کیجئے اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا۔

غیبی نصرت و امداد

اور آخر یہی ہوا بھی کہ ہر قسم کے ناسازگار حالات اور اس درجہ کمزوری کے باوجود کہ کسی مسلمان کا اس معرکہ سے صحیح و سالم بچ کر نکل جانا خود ایک معجزہ ہوتا مسلمانوں کو غیبی نصرت و امداد نے بامراد اور کامیاب کیا' فتح اور نصرت نے قدم چومے' اور تاریخ عالم کا ایک بے نظیر اور حیرت زا انقلاب پیش کردیا اور مشرکین قریش کے تمام سردار اور مشہور نبرد آزما ہی قتل نہیں ہوئے بلکہ شرک و کفر کی اجتماعی طاقت ہی کا خاتمہ ہوگیا۔

یہ غیبی نصرت کیا تھی؟ قرآن حکیم اس کا جواب متعدد آیات میں یہ دیتا ہے۔

(۱) مسلمانوں کی نگاہ میں دشمنوں کی تعداد اصل تعداد سے کم نظر آئی تاکہ مسلمان مرعوب نہ ہوں اور مشرکین کی نگاہوں میں مسلمان مٹھی بھر معلوم ہوئے تاکہ وہ جنگ سے جی نہ چرائیں اور معرکہ حق و باطل ٹل نہ جائے۔ (انفال) اور ایک وقت میں دوگنے معلوم ہوئے تاکہ مسلمانوں سے مرعوب ہوکر رہ جائیں۔

(۲) مسلمانوں کی دعا پر اول ان کی مدد ایک ہزار فرشتوں سے کی گئی۔ پھر یہ تعداد بڑھا کر تین ہزار کردی گئی۔ اور اگر دشمن تم پر یک لخت حملہ کردے تو ہم تین ہزار کی بجائے پانچ ہزار فرشتوں سے مدد کریں گے۔

(۳) مسلمانوں پر عین معرکہ کے وقت اونگھ طاری کردی جس کے چند منٹ بعد ان کی بیداری نے ان میں ایک نئی تازگی اور نئی روح پیدا کردی۔

(۴) آسمان سے پانی برسا کر مسلمانوں کے لئے ریتیلی زمین کو پختہ فرش کی طرح بنادیا اور نشیب کی وجہ سے حوض نما گڑھے میں پانی مہیا کردیا اور دشمنوں کی زمین کو کیچڑ کی طرح دلدل بنا ڈالا۔

نتیجہ جنگ

بہرحال معرکہ جنگ برپا ہوا اور دونوں جانب سے نبرد آزما ایک دوسرے کے مقابل ہوکر "ھل من مبارز" پکارنے اور داد شجاعت دینے لگے اور پھر یکایک عمومی جنگ شروع ہوگئی' مسلمان اول تو جنگ مغلوبہ لڑے مگر فراغت دعا کے بعد جب میدان جنگ میں آکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "شاھت الوجوہ" "چہرے روسیاہ ہوں۔" پڑھتے ہوئے مٹھی بھر خاک اور کنکریاں دشمنوں کی جانب پھینکیں خدائے برحق کی معجزانہ قدرت نے ہوا کے ذریعہ اس کے تمام ذرات تمام مشرکین کی آنکھوں تک پہنچادیئے اور وہ اس ناگہانی پریشانی سے مضطرب ہوکر آنکھیں ملنے لگے اور جنگ مغلوبہ "جنگ غالبہ" کی شکل میں بدل گئی۔

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اور تو نے جب (کنکریاں) پھینکیں تو درحقیقت تو نے نہیں بلکہ اللہ نے پھینکیں (کیونکہ انسانی ہاتھ ایک مٹھی میں اتنے بڑے لشکر کے ہر آدمی پر رمی نہیں کرسکتا تھا۔ یہ جو کچھ ہوا نبی ﷺ کے ہاتھ پر خدا کا معجزہ ہوا۔)

اور دیر نہیں لگی کہ مشرکین کے بڑے بڑے آدمی مارے گئے اور دشمنوں کے پیر اکھڑ گئے وہ بھاگنے لگے تھے مگر بھاگنے کا موقع نہ پاتے تھے' چنانچہ ان کے ستر آدمی قتل ہوئے اور ستر گرفتار اور باقی نے راہ فرار اختیار کی۔

مسلمان اگرچہ خدا کی نصرت اور اس کے فضل سے کامیاب ہوئے اور فتح و کامرانی کے مالک بنے تاہم ۱۴ مجاہدین نے بھی جام شہادت نوش کیا۔

جنگ بدر نے تاریخ عالم کا رخ بدل دیا

بدر کا معرکہ مورخین اور اصحاب سیر سے بھی اگرچہ اپنی تاریخی اہمیت کا اعتراف کراتا ہے اور وہ یہ کہنے پر مجبور ہوجاتے ہیں کہ معرکہ بدر ایک ہنگامی معرکہ نہیں تھا بلکہ اس نے قریش مکہ کی قوت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کردیا اور مسلمانوں کے لئے اعلاء کلمۃ اللہ کی راہیں کھول دیں' لیکن وہ بھی اس حقیقت حال سے شاید بے خبر ہیں کہ معرکہ بدر صرف مشرکین مکہ اور مسلمانوں کی آویزش حق و باطل کا معرکہ نہیں تھا بلکہ جس زمانہ میں یہ واقعہ پیش آیا اس وقت دنیا ایک موڑ پر کھڑی تھی اور تاریخ عالم کا اشہب تیزگام اس موڑ پر حیران سرگرداں کھڑا تھا کہ کس جانب رخ کرے' اس لئے بدر کا انقلاب عالمگیر انقلاب تھا۔

صفحہ عالم پر اگر بدر کا معرکہ پیش نہ آتا اور مشرکین مکہ کی طاقت شکست و ریخت نہ ہوتی تو بلاشبہ نہ صرف حجاز' نہ صرف عرب و عجم بلکہ کائنات ہستی کا ہر ایک بحروبر ظلم' سرکشی اور باطل سے دوچار رہتا۔ آزادی ضمیر فنا ہوجاتی' جذبات حق مٹ کر رہ جاتے اور یہ سب ظلم و جبر کے بل پر اپنے لئے آپ جگہ پیدا کرلیتے' اب جبکہ بدر کا معرکہ پیش آگیا اور مشرکین مکہ کی قوت ٹوٹ گئی تو دنیا نے موڑ سے آگے بڑھ کر وہ راہ اختیار کرلی جو آزادی ضمیر عدل و نصفت حق پرستی اور نکوکاری کی راہ تھی جہاں ضعیفوں کی نصرت فرض اور بیچاروں کیلئے چارہ کار مہیا تھا اس لئے خدا کا یہ

باقی صفحہ ۲۷ پر

آپ کے مسائل

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

روزہ توڑنے کا کفارہ

روزہ توڑنے والے کے متعلق کفارہ کے مسائل

سوال :- مولانا صاحب یہ بتایئے کہ قضا روزے کے بدلے میں تو صرف ایک روزہ رکھنے کا حکم ہے لیکن کفارہ کی صورت میں ساٹھ مسکینوں کو جو کھانا کھلانے کا حکم ہے اس کے بارے میں وضاحت کریں کہ ساٹھ مسکینوں کو اکٹھا کھانا کھلانے کا حکم ہے یا پھر ایک وقت کے کھانے کا حساب لگا کر اتنی ہی رقم ساٹھ مسکینوں میں تقسیم کی جائے یا پھر کھانا کھلانے کا ہی حکم ہے۔ مثلاً پانچ روپے فی کس فی کھانے کے حساب سے ساٹھ مسکینوں میں رقم تقسیم کی جائے۔

جواب :- کفارہ کے مسائل مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ جو شخص روزے رکھنے کی طاقت رکھتا ہو اس کے لئے روزہ توڑنے کا کفارہ دو مہینے کے پے در پے روزے رکھنا ہے اگر درمیان میں ایک روزہ بھی چھوٹ گیا تو دوبارہ نئے سرے سے شروع کرے۔

۲۔ اگر چاند کے مہینے کی پہلی تاریخ سے روزے شروع کئے تھے تو چاند کے حساب سے دو مہینے کے روزے رکھے خواہ یہ مہینے ۲۹، ۲۹ کے ہوں یا ۳۰، ۳۰ کے ہوں لیکن اگر درمیان مہینے سے شروع کئے تو ساٹھ دن پورے کرنے ضروری ہیں۔

۳۔ جو شخص روزے رکھنے پر قادر نہ ہو وہ ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلائے یا ہر مسکین کو صدقۂ فطر کی مقدار غلہ یا اس کی قیمت دے دے۔

۴۔ اگر ایک رمضان کے روزے کئی دفعہ توڑے تو ایک ہی کفارہ لازم ہوگا اور اگر الگ الگ رمضانوں کے روزے توڑے تو ہر روزے کے لئے مستقل کفارہ ادا کرنا ہوگا۔

۵۔ اگر میاں بیوی نے رمضان کے روزے کے درمیان صحبت کی تو دونوں پر الگ الگ کفارہ لازم ہوگا۔

قصداً رمضان کا روزہ توڑ دیا تو قضا اور کفارہ لازم ہیں

سوال :- مولانا صاحب اگر کسی نے جان بوجھ کر روزہ توڑ دیا تو اس کا کفارہ کیا ہے۔ کفارہ کس طرح ادا کیا جائے کیا لگاتار روزے رکھنا ضروری ہیں؟

جواب :- رمضان شریف کا روزہ توڑنے پر قضا بھی لازم ہے اور کفارہ بھی۔ رمضان شریف کے روزہ توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ لگاتار دو مہینے کے روزے رکھے، درمیان میں وقفہ کرنا درست نہیں۔ اگر کسی وجہ سے درمیان میں ایک دن کا روزہ بھی رہ گیا تو دوبارہ نئے سرے سے شروع کرے، یہاں تک کہ دو مہینے کے روزے بغیر وقفہ کے پورے ہوجائیں۔ اور جو بیماری، کمزوری یا بڑھاپے کی وجہ سے روزے رکھنے پر قادر نہ ہو وہ ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلائے۔

قصداً کھانے پینے سے قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے

سوال :- جو آدمی رمضان کے روزے کے دوران قصداً کچھ کھا پی لے کیا اس کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر ٹوٹ جاتا ہے تو صرف قضا ہوگی یا کفارہ بھی؟

جواب :- اگر کسی نے رمضان شریف کا روزہ جان بوجھ کر توڑ دیا۔ مثلاً قصداً کھانا کھا لیا، یا پانی پی لیا، یا وظیفہ زوجیت ادا کر لیا تو اس پر قضا اور کفارہ دونوں واجب ہیں۔

سرمہ لگانے اور سر کو تیل لگانے والے نے سمجھا کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر کھا لیا تو قضا اور کفارہ دونوں ہوں گے

سوال :- میں روزے سے تھا اور سر کو تیل لگا لیا کسی نے کہا کہ سر کو تیل لگانے سے روزہ ٹوٹ گیا میں نے کھانا کھا لیا اب کیا میرے اوپر صرف قضا ہے یا کفارہ بھی؟

جواب :- اگر روزے میں سرمہ لگایا یا سر میں تیل لگایا اور پھر یہ سمجھ کر کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا ہے کچھ کھا پی لیا تو اس صورت میں قضا اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے۔

دو روزے توڑنے والا شخص کتنا کفارہ دے گا؟

سوال :- مجھ پر دو روزے توڑنے کا کفارہ تھا۔ جس میں سے میں نے ایک روزے کا کفارہ ادا کر دیا ہے جو ساٹھ مسکینوں کا دو وقت کھانا یا فی کس دو سیر اناج ہے۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا دوسرے روزے کا کفارہ بھی اسی طرح ادا کرنا ہوگا جبکہ میں نے یہ کفارہ تقریباً ۱۰ سال بعد ادا کیا ہے اور یہ اناج میں نے آٹے کی صورت میں تقسیم کیا ہے اور اس کی تقسیم میں کافی دقت پیش آئی کیونکہ بھکاری اور مسکین میں امتیاز بہت مشکل ہو گیا تھا کیا اناج کے بدلے اس کی قیمت ادا کر سکتے ہیں؟

جواب :- رمضان المبارک کا روزہ توڑ دینے پر جو کفارہ لازم ہے وہ یہ ہے کہ دو مہینے کے پے در پے روزے رکھے، جو شخص روزے رکھنے کی طاقت رکھتا ہو اس کے لئے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دینا ہی کافی نہیں۔ ہاں! جو شخص روزے رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ اگر دونوں روزے ایک ہی رمضان کے توڑے تھے تو دونوں کا کفارہ ادا ہو گیا اور اگر الگ الگ دو رمضان کے تھے تو دوسرے کا کفارہ الگ لازم ہے۔ مساکین کو تلاش کرنے کی خواہ مخواہ زحمت کی، کسی دینی مدرسہ میں اتنی رقم بھیج دیتے کہ طلبہ کو کھلا دیا جائے۔

روزہ دار نے اگر جماع کر لیا تو اس پر کفارہ لازم ہوگا

سوال :- ایک شخص کی شادی ہوئی اور رمضان آ گیا۔ دن میں میاں بیوی کو تخلیہ نصیب ہو گیا۔ انہوں نے جماع کر لیا اور اس طرح تقریباً چار دن جماع کیا۔ صورت مسئولہ میں قضا و کفارہ اکٹھے ہوں گے یا علیحدہ علیحدہ ہو سکتے ہیں۔ اب کیا کفارہ کی صورت میں ان کو ۴×۶۰=۲۴۰ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہوگا اور ایسے ہی روزے کی صورت میں ۲۴۰ روزے رکھنے ہوں گے؟

جواب :- (الف) قضا روزے تو جب چاہیں رکھیں مگر کفارہ کے روزے جب شروع کریں تو مسلسل ہوں۔ اگر درمیان میں وقفہ ہو گیا تو پھر نئے سرے سے شروع کریں۔ البتہ عورت کو حیض کی وجہ سے جو وقفہ کرنا پڑے وہ معاف ہے۔

(ب) اگر پہلے روزے کا کفارہ نہیں دیا تھا تو سب کے لئے ایک ہی کفارہ کافی ہے۔ مگر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی اجازت اس صورت میں ہے جبکہ آدمی روزے رکھنے پر قادر نہ ہو۔

روزہ کے دوران اگر میاں بیوی نے صحبت کر لی تو کفارہ دونوں پر لازم ہوگا

سوال :- آج سے تقریباً ۱۵ سال پہلے ہم میاں بیوی روزے کی حالت میں تھے کہ شیطان سوار ہو گیا اور ہم نے

ہم بستری کرلی۔ اللہ ہمارا گناہ بخشے۔ ایسا ایک مرتبہ نہیں تین مرتبہ ہوا۔ دو مرتبہ صبح ۹ بجے سے پہلے ہوا۔ ہم نے سحری کھا کر نیت کرلی تھی۔ مگر ہم بستری سے پہلے یہ طے کیا کہ آج روزہ نہیں ہے بلکہ میں نے اپنی بیوی سے یہاں تک کہا کہ اگر اس نیت کے باوجود روزہ ٹوٹنے کا گناہ ہوگا تو میں کفارہ دے دوں گا اور ایک مرتبہ دوپہر کے وقت غالباً ایک بجے ایسا ہوا۔ وہ جوانی کے دن تھے اور ہمیں تنہائی میسر تھی۔ اب یہ خیال میرے اور میری بیوی کے لئے سوہان روح بنا ہوا ہے۔ میں یہ بھی واضح کردوں کہ ہم نے ابھی تک کفارہ نہیں دیا۔ اب میں گنہگار اور عاجز بندہ آپ سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ اس گناہ کا کفارہ کیا ہے۔ آیا یہ دونوں طرف سے ہوگا یا ایک فریق کی جانب سے اور کتنا؟ اور اگر اس کا کفارہ جیسا میں نے پڑھا ہے مسکینوں وغیرہ کو کھلانا ہے تو مسکینوں کی عدم دستیابی کی صورت میں آیا اتنی رقم یا کھانا کسی یتیم خانہ میں بھیجا جاسکتا ہے؟

جواب :- آپ دونوں پر ان روزوں کی قضا بھی لازم ہے اور جان بوجھ کر روزہ توڑنے کی بنا پر کفارہ بھی لازم ہے۔ اگر آپ دونوں روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں تو دونوں کے ذمہ ساٹھ دن کے پے در پے روزے رکھنا لازم ہے۔ اور اگر روزے رکھنے کی طاقت نہیں تو آپ دونوں ساٹھ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائیں۔ اگر مسکین میسر نہ ہوں تو کسی مدرسے یا یتیم خانہ میں رقم جمع کرادیں اور ان کو واضح کردیں کہ یہ کفارہ صوم کی رقم ہے۔

جان بوجھ کر روزہ توڑنے والے پر کفارہ لازم ہوگا

سوال :- اگر جان بوجھ کر (بھوک یا پیاس کی وجہ سے) روزہ توڑا جائے تو اس کا کفارہ کس طرح ادا کیا جائے گا؟

جواب :- اگر کوئی شخص کمزور ہو اور بھوک پیاس کی وجہ سے زندگی کا خطرہ لاحق ہوجائے تو روزہ کھول دینا جائز ہے۔ اور اگر ایسی حالت نہیں تھی اور روزہ توڑ دیا تو اس کے ذمہ قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں۔ کفارہ یہ ہے کہ دو مہینے کے روزے پے در پے رکھے اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلائے۔

بیماری کی وجہ سے کفارہ کے روزے درمیان سے رہ جائیں تو پورے دوبارہ رکھنے ہوں گے

سوال :- کسی کے ذمہ کفارے کے روزے ہوں۔ اس نے کفارے کے روزے شروع کئے۔ درمیان میں بیمار ہوگیا۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا پھر سے دو مہینے کے روزے پورے کرنا ہوں گے؟

جواب :- اگر بیماری کی وجہ سے کفارے کے کچھ روزے درمیان میں رہ گئے تو تندرست ہونے کے بعد نئے سرے سے دو مہینے کے روزے پورے کرے۔ اسی طرح عورت کے نفاس کی وجہ سے کفارے کے کچھ روزے درمیان میں رہ گئے ہوں تو وہ بھی نئے سرے سے ساٹھ روزے پورے کرے۔

نفل روزہ کی نیت رات سے کی لیکن عذر کی وجہ سے نہ رکھ سکا تو کوئی حرج نہیں

سوال :- نفلی روزے کے لئے اگر رات کو نیت کرلی کہ میں کل روزہ رکھوں گا لیکن سحری کے لئے آنکھ نہیں کھل سکی یا آنکھ تو کھلی لیکن طبیعت خراب ہوگئی۔ تو وہ روزہ بعد میں کھانا پڑے گا یا نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر چھوڑ دیں تو کوئی حرج تو نہیں ہے؟

جواب :- اگر رات کو یہ نیت کرکے سویا کہ صبح نفلی روزہ رکھنا ہے تو صبح صادق سے پہلے اس کو نیت تبدیل کرنے کا اختیار ہے۔ پس اگر صبح صادق سے پہلے آنکھ کھل گئی اور روزہ نہ رکھنے کا ارادہ کرلیا تو اس کے ذمہ کچھ نہیں' لیکن اگر رات کو روزہ کی نیت کرکے سویا' پھر صبح صادق کے بعد آنکھ کھلی تو اب اس کا روزہ شروع ہوگیا۔ اگر اس کو توڑ دے گا تو قضا لازم آئے گی۔

منت کے روزے کی شرعاً حیثیت کیا ہے؟

سوال :- منت کے مانے ہوئے روزے اگر نہ رکھیں تو کوئی حرج تو نہیں ہے؟ یا جب وہ کام ہوجائے تو روزہ رکھنا چاہئے یا جب بھی رکھیں؟

جواب :- منت کے روزے واجب ہوتے ہیں ان کا ادا کرنا لازم ہے۔ اور ان کو ادا نہ کرنا گناہ ہے' اگر معین دنوں کے روزوں کی منت مانی تھی تب تو ان معین دنوں کے روزے رکھنا واجب ہے۔ تاخیر کرنے پر گنہگار ہوگا۔ اس کو تاخیر پر استغفار کرنا چاہئے مگر تاخیر کرنے سے وہ روزے معاف نہیں ہوں گے بلکہ اتنے روزے دوسرے دنوں میں رکھنا واجب ہے۔ اور اگر دن معین نہیں کئے تھے' "مطلقاً" یوں کہا تھا کہ اتنے دن کے روزے رکھوں گا تو جب بھی ادا کرلے ادا ہوجائیں گے لیکن جتنی جلد ادا کرلے بہتر ہے۔

نفل روزہ توڑنے سے صرف قضا واجب ہوگی کفارہ نہیں

سوال :- اگر کسی نے نفل روزہ توڑ دیا تو کفارہ بھی لازم ہوگا؟

جواب :- کفارہ صرف رمضان شریف کا ادائی روزہ توڑنے پر واجب ہوتا ہے۔ کوئی اور روزہ توڑ دیا تو صرف قضا واجب ہوگی۔ کفارہ لازم نہیں۔

اگر کوئی منت کے روزے نہیں رکھ سکتا تو کیا کرے

سوال :- اگر کسی نے منت کے روزے مانے ہوں کہ فلاں کام ہوجائے تو روزے رکھوں گا۔ پھر وہ کام ہوجائے' مگر وہ ضعیف العمری کے سبب یا شدید گرمی کی وجہ سے روزے نہ رکھ سکے تو کیا اس کے عوض مسکینوں کو کھانا کھلایا جاسکتا ہے؟

جواب :- اگر گرمی کی وجہ سے نہیں رکھ سکتا تو سردیوں میں رکھ لے۔ اس کے لئے روزے رکھنا ہی لازم ہے اور بڑھاپا اگر ایسا ہے کہ سردیوں میں بھی روزے نہیں رکھ سکتا تو ہر روزے کے بدلے کسی محتاج کو صدقہ فطر کی مقدار غلہ یا اس کی قیمت دے دے۔

کیا مجبوری کی وجہ سے منت کے روزے چھوڑ سکتے ہیں

سوال :- میں نے کسی کام کے لئے منت مانی تھی کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو میں چھ روزے رکھوں گی۔ اب میں وہ روزے نہیں رکھ سکتی کیونکہ میں ایک ملازمت پیشہ لڑکی ہوں اور بہت محنت کا کام کرتی ہوں۔ لہٰذا آپ مجھے بتائیں کہ اس کا کفارہ کیا ہوگا؟

جواب :- اگر آدمی بڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے لاچار ہوجائے اور روزہ رکھنے کی طاقت نہ رہے۔ تب روزے کا فدیہ دے سکتا ہے۔ آپ کو خدانخواستہ ایسی کوئی لاچاری نہیں' اس لئے آپ کے ذمہ چھ روزے رکھنے ہی واجب ہیں۔ اتنے دنوں کی چھٹی لے لیجئے۔ آپ کے لئے فدیہ کردینا کافی نہیں۔

منت کے روزے دوسروں سے رکھوانا درست نہیں

سوال :- ایک شخص نے منت مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہوا تو میں پندرہ روزے رکھوں گا۔ جب وہ کام ہوگیا تو وہ شخص روزوں کو اہل خانہ پر تقسیم کرتا ہے۔ جبکہ منت کے شروع میں کسی فرد سے بھی اس کا ذکر نہیں کیا کہ اگر کام ہوا تو سب اہل خانہ روزے رکھیں گے۔ آپ قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ بتائیں کہ وہ یہ روزے دوسروں سے رکھوا سکتا ہے یا صرف اسی کو رکھنے پڑیں گے۔ جبکہ دوسرے بھی رکھنے کو تیار ہیں۔

جواب :- اسے یہ روزے خود رکھنے ہوں گے۔ دوسروں سے نہیں رکھوا سکتا' کیونکہ نماز اور روزہ خالص بدنی عبادات ہیں۔ اور جو وظیفہ کسی بدن کے لئے تجویز کیا جائے' اس کا نفع خاص اسی کے کرنے سے ہوگا' دوسرے کے کرنے سے وہ مخصوص نفع اس بدن کو حاصل نہیں ہوگا۔ اس لئے خالص بدنی عبادات (مثلاً نماز اور روزہ) میں نیابت جائز نہیں' یعنی ایک کی جگہ دوسرا آدمی ان کو ادا نہیں کرسکتا۔ ہاں! جب کوئی آدمی ان بدنی عبادات سے عاجز ہوجائے تو ان کے بدل کے طور پر شریعت نے فدیہ تجویز فرمایا۔ یعنی ہر نماز اور ہر روزے کے بدلے صدقہ فطر کی مقدار کسی محتاج کو غلہ دے دیا جائے۔ (واضح رہے کہ نماز سے عاجز ہونا صرف موت کی صورت میں ہوسکتا ہے اور

روزے سے عاجز ہونا بڑھاپے کی وجہ سے بھی ہو سکتا ہے اور کسی ایسی بیماری کی وجہ سے بھی، جس سے شفا کی امید نہ رہے)۔

کیا اکیلے جمعہ کے دن کا روزہ رکھنا درست ہے؟

سوال :- میرا ایک دوست جو مذہب میں خاصی معلومات رکھتا ہے اس نے ایک مسئلہ کے بارے میں بتایا تھا کہ اگر جمعہ کے دن ہم نفل روزہ رکھنا چاہیں تو ساتھ میں ایک دن آگے یا پیچھے یعنی جمعرات یا ہفتہ کو رکھنا ضروری ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

جواب :- حدیث میں جمعہ کے دن کو روزہ کے لئے مخصوص کرنے کی ممانعت آئی ہے۔ اس لئے صرف جمعہ کا روزہ نہیں رکھنا چاہئے۔ البتہ اگر رکھ لے تو آگے پیچھے دن ملانا ضروری نہیں ہے۔

خاص کر کے جمعہ کو روزہ رکھنا موجب فضیلت نہیں

سوال :- نبی اکرم ﷺ نے اکیلا یوم جمعہ کا روزہ منع فرمایا مگر مجھے دوسرے دنوں میں فرصت ہی نہیں ہوتی۔ کیونکہ دوسرے دنوں میں اللہ کے کام کے لئے جانا ہوتا ہے تو روزہ سے کمزوری ہوتی ہے تو میں جمعہ کا اکیلا روزہ رکھ سکتی ہوں؟

جواب :- جمعہ کا تنہا روزہ مکروہ ہے۔ لیکن اگر آپ کو دوسرے دن رکھنے کی گنجائش نہیں تو کوئی حرج نہیں روزہ رکھ لیا کریں۔ مگر خاص اس دن روزہ رکھنے کو موجب فضیلت نہ سمجھا جائے۔

کیا جمعۃ الوداع کے روزے کا دوسرے روزوں سے زیادہ ثواب ملتا ہے؟

سوال :- رمضان المبارک کے آخری جمعہ کو روزہ رکھنے کا زیادہ ثواب ہوتا ہے یا باقی دنوں کے روزوں کی طرح ثواب ملتا ہے۔ کیونکہ اس دن روزہ رکھنے کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ اس دن خصوصیت کے ساتھ بچوں کو بھی روزہ رکھوایا جاتا ہے۔ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب :- رمضان المبارک کے آخری جمعہ کے روزہ کی کوئی خصوصی فضیلت مجھے معلوم نہیں۔ شاید اس میں یہ غلط نظریہ کارفرما ہے کہ آخری جمعہ کا روزہ ساری عمر کے روزوں کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ مگر یہ محض جاہلانہ تصور ہے۔

کیا جمعۃ الوداع کا روزہ رکھنے سے پچھلے روزے معاف ہو جاتے ہیں؟

سوال :- بعض لوگ کہتے ہیں کہ جمعۃ الوداع کا روزہ رکھنے سے پہلے تمام روزے معاف ہو جاتے ہیں۔ کیا یہ صحیح ہے؟

جواب :- بالکل غلط اور جھوٹ ہے۔ پورے رمضان کے روزے رکھنے سے بھی پچھلے روزے معاف نہیں ہوتے بلکہ ان کی قضا واجب ہے۔ شیطان نے اس قسم کے خیالات لوگوں کے دلوں میں اس لئے پیدا کئے ہیں تاکہ وہ فرائض بجالانے میں کوتاہی کریں۔ ان لوگوں کو اتنا تو سوچنا چاہئے کہ اگر صرف جمعۃ الوداع کا ایک روزہ رکھ لینے سے ساری عمر کے روزے معاف ہوتے جائیں تو ہر سال رمضان کے روزوں کی فرضیت تو نعوذ باللہ ایک فضول بات ہوئی۔

جمعۃ الوداع کے روزے کا حکم بھی دوسرے روزوں کی طرح ہے

سوال :- اگر کوئی شخص جمعۃ الوداع کا روزہ رکھے اور بہت سخت بیمار ہو جائے اور اس کے لئے روزہ توڑ دینا ضروری ہو تو وہ کیا کرے۔ کیا وہ روزہ توڑ دے؟ اور اگر روزہ توڑ دے تو اس کے کفارہ کے لئے کیا کرنا ہوگا؟ اور اگر کوئی شخص صرف گرمی کی وجہ سے جان بوجھ کر روزہ توڑ دے تو اس کا کفارہ دوسرے روزوں سے زیادہ ہوگا؟ یا ان کے برابر؟ صحیح صورتحال سے آگاہ کیجئے۔

جواب :- اس حالت میں جبکہ روزہ توڑنا ضروری ہو جائے تو روزہ افطار کرلے اور بعد میں اس کی قضا کرے اور اس کا کوئی کفارہ نہیں ہے، صرف قضا واجب ہوگی۔

اگر کوئی شخص جان بوجھ کر رمضان المبارک کا روزہ توڑ دے تو اس پر قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں۔ کفارہ یہ ہے کہ لگاتار ۲ مہینے کے روزے رکھے۔ جمعۃ الوداع کے روزے کا حکم وہی ہے جو دوسرے دنوں کے روزے کا ہے۔

قضا روزوں کا بیان

بلوغت کے بعد اگر روزے چھوٹ جائیں تو کیا کیا جائے؟

سوال :- بچپن میں مجھے والدین روزہ رکھنے کی اجازت نہیں دیتے تھے کہ تم پر روزے ابھی فرض نہیں ہیں۔ میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ میں بالغ تھا اور میرے خیال کے مطابق میں نے چار پانچ سال کے بعد روزے رکھنے شروع کئے۔

جواب :- بالغ ہونے کے بعد سے جتنے روزے آپ نے نہیں رکھے ان کی قضا لازم ہے۔ اگر بالغ ہونے کا سال ٹھیک سے یاد نہ ہو تو اپنی عمر کے تیرھویں سال سے اپنے آپ کو بالغ سمجھتے ہوئے تیرھویں سال سے روزے قضا کریں۔

کئی سالوں کے قضا روزے کس طرح رکھیں؟

سوال :- اگر کئی سال کے روزوں کی قضا کرنا چاہے تو کس طرح کرے؟

جواب :- اگر یاد نہ ہو کہ کس رمضان کے کتنے روزے قضا ہوئے ہیں تو اس طرح نیت کرے کہ سب سے پہلے رمضان کا پہلا روزہ جو میرے ذمہ ہے اس کی قضا کرتا ہوں۔

قضا روزے ذمہ ہوں تو کیا نفل روزے رکھ سکتا ہے؟

سوال :- میں نے سنا ہے کہ فرض روزوں کی قضا جب تک پوری نہ کریں تب تک نفل روزے رکھنے نہیں چاہئیں۔ کیا یہ بات درست ہے؟ مہربانی فرما کر اس کا جواب دیجئے۔

جواب :- درست ہے کیونکہ اس کے حق میں فرض کی قضا زیادہ ضروری اور اہم ہے، تاہم اگر فرض قضا کو چھوڑ کر نفل روزے کی نیت سے روزہ رکھا تو نفل روزہ ہوگا۔

کیا قضا روزے مشہور نفل روزوں کے دن رکھ سکتے ہیں؟

سوال :- رمضان شریف میں جو روزے مجبوری کے دنوں میں چھوٹ جاتے ہیں ان کو ہم شمار کر کے دوسرے دنوں میں رکھتے ہیں۔ اگر ان روزوں کو ہم کسی بڑے دن جس دن روزہ افضل ہے یعنی ۱۵ر شعبان، ۲۷ر رجب وغیرہ کے روزے، اس دن اپنے قضا روزے کی نیت کرلیں تو یہ طریقہ ٹھیک ہے یا پھر وہ روزے الگ رکھیں اور ان چھوٹے ہوئے روزوں کو کسی اور دن شمار کریں۔ مہربانی کر کے اس کا حل بتائیے کیونکہ میں نے ۲۷ر رجب کو عبادت کی اور روزے کے وقت اپنے قضا روزے کی نیت کرلی تھی۔

جواب :- قضا روزوں کو سال کے جن دنوں میں بھی قضا کرنا چاہیں قضا کر سکتے ہیں۔ صرف پانچ دن ایسے ہیں جن میں روزہ رکھنے کی اجازت نہیں۔ دو دن عیدین کے اور تین دن ایام تشریق یعنی ذالحجہ کی گیارہویں، بارہویں اور تیرھویں۔

روزے چھوڑ دیئے تو قضا کرے ورنہ مرتے وقت فدیہ کی وصیت کرے

سوال :- میری طبیعت کمزور سی ہے۔ کبھی تو سارے روزے رکھ لیتی ہوں اور کبھی دس چھوڑ دیتی ہوں۔ اب تک ستر(۷۰) روزے مجھ پر فرض چھوٹ چکے ہیں۔ میں نے حساب لگا کر بتایا ہے۔ خدا مجھے ہمت دے کہ ان کو بخوبی ادا کرسکوں (آمین)۔ لیکن اگر خدانخواستہ اتنے روزے نہ رکھ سکوں تو اس کے لئے مجھے کیا کرنا چاہئے کہ مجھے کوئی گناہ نہ ہو۔ پچھلے ہفتے ایک بہن کے اس قسم کے سوال کا جواب سن کر مجھے بہت فکر ہوئی کہ واقعی ہم کتنے بے خبر ہیں۔

جواب :- جو روزے ذمے ہیں ان کی قضا کرنا چاہئے۔ خواہ چھوٹے دنوں میں قضا کرلئے جائیں۔ لیکن اگر خدانخواستہ قضا نہ ہوسکیں تو مرتے وقت وصیت کردینی

چاہئے کہ ان کا فدیہ ادا کردیا جائے۔

"ایام" کے روزوں کی قضا ہے نمازوں کی نہیں

سوال :- "ایام" کے دنوں کے روزوں اور نمازوں کی قضا لازم ہے یا نہیں؟

جواب :- عورت کے ذمہ خاص ایام کی نمازوں کی قضا لازم نہیں۔ روزوں کی قضا لازم ہے۔

"ایام" کے روزوں کی صرف قضا ہے کفارہ نہیں

سوال :- "ایام" کے دنوں میں جو روزے ناغہ ہوتے ہیں کیا ان کی قضا اور کفارہ دونوں ادا کرنا پڑیں گے؟

جواب :- نہیں! بلکہ صرف قضا لازم ہے۔

"نفاس" سے فراغت کے بعد قضا روزے رکھے

سوال :- میری بیوی نے رمضان سے ایک ہفتہ قبل جڑواں بچوں کو جنم دیا۔ اس نے چلہ نہانا تھا۔ ظاہر ہے روزے نہ رکھ سکی۔ اب بتایئے کہ اگر وہ بعد میں قضا روزے نہ رکھے، سستی کرے یا نہ رکھنا چاہے یا بچوں کو دودھ پلانے کے چکر میں معذوری کا اظہار کرے تو کیا وہ روزے کا فدیہ دے سکتی ہے؟

جواب :- فدیہ دینے کی اجازت صرف اس شخص کو ہے جو بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکتا ہو، اور نہ آئندہ پوری زندگی میں یہ توقع ہو کہ وہ روزہ رکھنے پر قادر ہوگا۔ آپ کی اہلیہ اس معیار پر پوری نہیں اترتیں، اس لئے ان پر ان روزوں کی قضا لازم ہے۔ خواہ سردیوں کے موسم میں رکھ لیں، فدیہ دینا ان کے لئے جائز نہیں۔

نفل روزہ توڑنے کی قضا ہے کفارہ نہیں

سوال :- میں نے ۹ محرم الحرام کا روزہ رکھا تھا لیکن ظہر کے بعد مجھے "قے" آنی شروع ہوگئی۔ اور بہت زیادہ حالت خراب ہونے لگی، اناج وغیرہ کچھ نہیں نکلا صرف پانی اور تھوک نکلا۔ ایسی صورت میں والد صاحب نے گلوکوز کا پانی پلوا دیا اور مجھے بھی بحالت مجبوری روزہ کھولنا پڑا تو اب سوال یہ ہے کہ ایسی صورت میں قضا واجب ہوگی یا کفارہ اور مجھے کوئی گناہ تو نہیں ملے گا؟

جواب :- صرف قضا واجب ہے کفارہ نہیں۔ کفارہ صرف رمضان المبارک میں روزہ توڑنے سے لازم آتا ہے اور اگر بیماری کی شدت کی وجہ سے روزہ توڑا جائے تو رمضان کے روزے میں بھی کفارہ نہیں صرف قضا ہے۔

تندرست آدمی قضا روزوں کا فدیہ نہیں دے سکتا

سوال :- زید کی بیوی نے رمضان شریف کے روزے نہیں رکھے کیونکہ بیماری اور حاملہ ہونے کے بعد میری معلومات کے مطابق ایسے روزوں کی قضا ہوتی ہے۔ ایک رمضان کے بعد دوسرے رمضان سے پہلے یہ قضا پوری کی جاتی ہے جبکہ زید کی بیوی کہتی ہے کہ جب رمضان میں ہی روزے نہیں رکھے گئے تو عام دنوں میں کیسے رکھ سکتے ہیں۔ ان روزوں کے بدلے مسکینوں کو کھانا کھلا دو۔ اس طرح انہوں نے تقریباً ۷۵ روپے ایک غریب عورت کو دے دیئے۔ کیا یہ جائز ہے؟ کیا یہ روزوں کا بدل ہو سکتا ہے؟ کیا اس کے دینے سے روزوں کی قضا معاف ہوگئی؟ کون سے لوگ روزوں کے بدلے مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہیں؟

جواب :- روزے کا فدیہ صرف وہ شخص دے سکتا ہے جو روزہ رکھنے پر نہ تو فی الحال قادر ہو اور نہ آئندہ توقع ہو۔ مثلاً کوئی اتنا بوڑھا ہے کہ روزے کا تحمل نہیں کر سکتا۔ یا ایسا بیمار ہے کہ اس کے شفایاب ہونے کی کوئی توقع نہیں۔ زید کی بیوی روزہ رکھ سکتی ہے۔ محض غفلت اور تساہل کی وجہ سے نہیں رکھتی۔ اس کا روزے کے بدلے فدیہ دینا صحیح نہیں۔ بلکہ روزوں کی قضا لازم ہے۔ اس نے جو پیسے کسی محتاج کو دیئے یہ خیرات کی مد میں شمار ہوں گے۔ جتنے روزے اس کے ذمہ ہیں سب کی قضا کرے۔

دوسرے کی طرف سے نماز روزہ کی قضا نہیں ہو سکتی

سوال :- کیا بیوی اپنے خاوند کے قضا روزے یا خاوند اپنی بیوی کے قضا روزے یا والدین اپنی اولاد کے قضا روزے یا اولاد اپنے والدین کے قضا روزے رکھ سکتی ہے؟

جواب :- کوئی شخص دوسرے کی طرف سے نہ نماز کی قضا کر سکتا ہے نہ روزے کی۔

غروب سے پہلے اگر غلطی سے روزہ افطار کرلیا تو صرف قضا لازم ہے

سوال :- یہ آج سے تقریباً ۲۰ سال پہلے کی بات ہے جب ہم ایک ایسی جگہ رہتے تھے جہاں بجلی نہیں تھی اور اذان کی آواز ہم تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ رمضان شریف میں ایسا ہوتا تھا کہ محلے کے سب بچے مسجد کے پاس چلے جاتے۔ اذان کی آواز آتے ہی بچے شور مچاتے اذان ہوگئی روزہ کھولو میری عمر اس وقت دس سال کی تھی جب میں روزہ سے تھی۔ دروازے کے باہر کھڑی ہوئی اذان کا انتظار کر رہی تھی کہ میں نے تین چار بچوں کی آواز سنی روزہ کھولو اذان ہوگئی میں گھر میں آئی امی سے کہا اذان ہوگئی۔ امی نے کھجور ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا اتنی جلدی اذان ہوگئی میں نے کہا ہاں بچے شور مچا رہے ہیں میں نے اور امی نے روزہ رکھول دیا اس کے تین چار منٹ بعد پھر بچے شور مچاتے ہوئے بھاگے معلوم کیا تو پتہ چلا اذان اب ہوئی ہے وہ تو شرارتی بچے تھے جو شور مچا رہے تھے چونکہ یہ آبادی بالکل نئی تھی لوگ بھی غریب تھے نہ لوگوں کے پاس ریڈیو تھے نہ گھڑیاں تھیں آبادی میں بجلی نہ ہونے کی وجہ سے اذان کی آواز ہم تک نہیں آتی تھی۔ میں نے جان کر کے روزہ نہیں کھولا یہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے لیکن مجھے اپنی کم عقلی پر افسوس ہوتا ہے کہ کاش میں تھوڑا سا انتظار کرلیتی یا اذان ہونے کی لوگوں سے تصدیق کرلیتی اس بات کا احساس مجھے دوسری بار شور سننے پر ہوا کہ یہ میں نے کیا کیا اس بات کا ذکر میں نے اپنی امی سے نہیں کیا۔ مجھے ڈر تھا کہ وہ مجھے ڈانٹیں گی۔ لیکن میں دل میں اللہ تعالیٰ سے بہت شرمندہ ہوئی میں نے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی۔ یہ سب کرنے کے بعد مجھے لگتا ہے کہ جب تک اس کا کفارہ ادا نہ کیا جائے مجھے سکون نہیں ملے گا۔ آپ بتایئے کہ کفارہ کس طرح ادا کیا جائے اور روزہ کی قضا ہوگی یا نہیں۔ اس گناہ کی سزا میرے لئے ہے یا میری امی کو بھی اس ناکردہ گناہ کی سزا ہے؟

جواب :- اگر غلطی سے غروب سے پہلے روزہ کھول لیا جائے تو قضا واجب ہوتی ہے کفارہ نہیں۔ اگر آپ پر اس وقت روزہ فرض ہو چکا تھا تو آپ وہ روزہ خود بھی قضا رکھ لیں اور اپنی امی کو بھی رکھوا دیں اور اگر وہ فوت ہو چکی ہوں تو ان کے اس روزہ کا فدیہ ادا کردیں اور فدیہ ہے کسی محتاج کو دو وقت کھانا کھلانا یا پونے دو کلو گندم کی قیمت نقد دے دیں۔

قضا روزوں کا فدیہ

کمزور یا بیمار آدمی روزے کا فدیہ دے سکتا ہے

سوال :- اگر کوئی شخص کمزور یا بیمار ہو اور جو روزہ رکھنے سے نقاہت محسوس کرے تو کیا وہ کسی دوسرے کو سحری اور افطار کا سامان دے کر روزہ رکھوا سکتا ہے؟ اور کیا اس طرح اس کے سر سے روزے کا کفارہ اتر جائے گا؟ کوئی گناہ تو نہیں ہوگا؟

جواب :- اگر اتنا بوڑھا یا بیمار ہے کہ نہ روزہ رکھ سکتا ہے نہ یہ توقع ہے کہ وہ آئندہ رکھ سکے گا اس کے لئے فدیہ ادا کردینا جائز ہے۔ ہر روزے کے فدیہ کے لئے کسی مسکین کو دو وقت کا کھانا کھلا دے یا دو سیر غلہ یا اس کی قیمت دیا کرے۔ باقی وہ کسی دوسرے سے اپنے لئے روزہ نہیں رکھوا سکتا۔ شریعت میں کمزور شخص کے لئے فدیہ دینے کا حکم ہے۔

نہایت بیمار عورت کے روزوں کا فدیہ دینا جائز ہے

سوال :- میری والدہ محترمہ نے بوجہ بیماری چھ مہینے روزے چھوڑے ہیں اور اب بھی بیمار ہیں اور روزے رکھنے کے قابل نہیں۔ ان کا تین مرتبہ رسولی کا آپریشن ہو چکا ہے۔ اب ان کو یہ فکر لاحق ہے کہ ان روزوں کو کیسے ادا کیا جائے۔ آپ سے درخواست ہے کہ اس کا حل بتا کر

مشکور فرمائیں نیز روزوں کی ادائیگی کا طریقہ کیا ہے؟ کس چیز سے ادا ہو سکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے (آمین)۔

جواب:- آپ کی والدہ کو چونکہ روزے رکھنے کی طاقت نہیں ہے اس لئے جتنے روزے ان کے ذمے ہیں ان کا فدیہ ادا کریں ایک روزے کا فدیہ صدقہ فطر کے برابر ہے یعنی دو سیر گندم یا اس کی قیمت۔ اس حساب سے قضا شدہ روزوں کا فدیہ دیں اور آئندہ بھی جتنے روزے ان کی زندگی میں آئیں اسی حساب سے ان کا فدیہ دیتی رہیں۔

کوئی اگر قضا کی طاقت بھی نہ رکھے تو کیا کرے؟

سوال:- میری والدہ کے بچپن میں کافی روزے چھوٹ گئے (یعنی جب سے روزے فرض ہوئے ہیں) ذرا بھی طبیعت خراب ہوتی ان کے گھر کے بڑے افراد ان کو روزہ رکھنے سے منع کر دیتے اور ان کو ایسا ماحول نہیں ملا جو ان کو معلوم ہو تا کہ فرض روزے رکھنا ضروری ہیں۔ چاہے وہ قضا ہی کیوں نہ رکھے جائیں۔ اب والدہ کو پوری حقیقت کا علم ہوا ہے اور وہ بڑی پریشان ہیں کیونکہ اب پچھلے روزوں کی قضا رکھنا چاہتی ہیں لیکن جو نہی روزے رکھنا شروع کرتی ہیں تین یا چار گھنٹے بعد سر میں اتنا شدید درد شروع ہو جاتا ہے کہ وہ کسی کام کرنے کے قابل نہیں رہتیں۔ بہت علاج کروایا مگر افاقہ نہیں ہوا۔ اب آپ سے یہ پوچھنا ہے کہ والدہ صاحبہ اپنے قضا روزے کیسے رکھیں یا پھر اس کا فدیہ ادا کریں؟ فدیہ اگر دیں تو فدیہ فی روزہ کتنا دیا جائے؟

جواب:- اگر وہ اپنے ضعف اور مرض کی وجہ سے قضا نہیں کر سکتیں تو فدیہ ادا کر دیں۔ ہر روزے کے بدلے صدقہ فطر کی مقدار نقد یا غلہ دے دیا جائے۔

اگر کسی کو الٹیاں آتی ہوں تو روزوں کا کیا کرے

سوال:- حمل کے دوران مجھ کو پورے نو مہینے تک الٹیاں ہوتی رہتی ہیں اور کوشش کے باوجود کسی طرح بھی کم نہیں ہوتیں۔ اب میں بہت کوشش کرتی ہوں کہ خدا میرے روزے پورے کروائے، اگر سحری کھاتی ہوں، اگر نہ کھاؤں تو ہاتھ پیروں میں دم نہیں رہتا اور بچوں کے ساتھ کام کاج ضروری ہے۔ مگر صبح ہوتے ہی منہ بھر کر الٹی ہو جاتی ہے اور پھر اتنی جان نہیں ہوتی کہ روزہ رکھ سکوں۔ تو اب مولانا صاحب کیا میں یہ کر سکتی ہوں کہ ایک مسکین کا کھانا روزانہ دے دیا کروں جس سے میرے روزے کا کفارہ پورا ہو جائے؟

جواب:- حمل کی حالت تو عارضی ہے اس حالت میں اگر آپ روزے نہیں رکھ سکتیں تو صحت کی حالت میں ان روزوں کی قضا لازم ہے، فدیہ دینے کا حکم اس شخص کے لئے ہے جو نہ فی الحال روزہ رکھ سکتا ہو اور نہ آئندہ پوری زندگی میں یہ توقع ہو کہ وہ ان روزوں کی قضا رکھ سکے گا آپ چونکہ دوسرے وقت میں ان روزوں کو قضا کر سکتی ہیں اس لئے آپ کی طرف سے روزوں کا فدیہ ادا کرنا صحیح نہیں۔

روزے کا فدیہ کتنا اور کس کو دیا جائے اور کب دیا جائے؟

سوال:- میں بیمار ہونے کی وجہ سے روزے نہیں رکھ سکتا۔ اس لئے فدیہ دینا چاہتا ہوں۔ فدیہ کس حساب سے دیا جاتا ہے یہ آپ بتا دیں۔ اگر روزانہ مسکین کو کھانا کھلانا ضروری ہو تو یہ سہولت مجھے میسر نہیں اس لئے فدیہ کی کل رقم بتا دیں تاکہ میں پورے روزوں کی پوری رقم مسکین کو دے سکوں۔ اگر کوئی مستحق نہ مل سکا تو کیا یہ فدیہ کی رقم کسی یتیم خانہ یا کسی فلاحی ادارے کو دے سکتے ہیں؟ فدیہ رمضان شریف میں دینا ضروری ہے یا کوئی مجبوری ہو تو رمضان گزر جانے کے بعد بھی دے سکتے ہیں؟

جواب:- ہر روزے کا فدیہ صدقہ فطر کے برابر ہے، یعنی پونے دو کلو غلہ یا اس کی قیمت۔ فدیہ کی رقم کسی دینی مدرسہ میں جمع کرا دی جائے۔ فدیہ رمضان المبارک میں ادا کرنا بہتر ہے۔ اگر رمضان میں ادا نہ کیا تو بعد میں بھی دیا جا سکتا ہے۔

روزہ کا فدیہ اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد کو دینا جائز نہیں

سوال:- روزے کا فدیہ اپنی بیٹی، نواسی، پوتا، پوتی، داماد وغیرہ کو دینا چاہئے یا نہیں؟

جواب:- روزے کا فدیہ اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد کو دینا جائز نہیں۔

دینی مدرسہ کے غریب طلبہ کے کھانے کے لئے روزہ کا فدیہ دیں

سوال:- میری والدہ ماجدہ ضعیف العمر ہیں، وہ انتہائی کمزور ہیں کہ روزے رکھنے کی ان میں طاقت نہیں ہے۔ وہ آزاد کشمیر راولاکوٹ کے ایک دیہات میں رہائش پذیر ہیں۔ میں ان کے روزوں کے بدلے میں کفارہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ ہمارے دیہات میں ایسا کوئی مسکین نہیں ہے کہ جسے روزہ وقت کا کھانا کھلایا جائے۔ ہمارے مرکز میں ایک مسجد اور اس کے ساتھ دینی مدرسہ ہے۔ میں اس مدرسہ میں رقم بھیجنا چاہتا ہوں۔ براہ مہربانی تفصیل سے جواب دیجئے کہ میں ساٹھ روزوں کی پاکستان کے حساب سے کل کتنی رقم بھیجوں؟

جواب:- دینی مدرسہ کے غریب طلبہ کو فدیہ کی رقم دی جا سکتی ہے۔ مدرسہ کی کسی دوسری مد میں اس رقم کا استعمال جائز نہیں۔ ہر روزے کا فدیہ صدقہ فطر کے برابر ہے۔ ساٹھ روزوں کا فدیہ ساٹھ صدقہ فطر کے برابر ہوا۔ جس دن آپ یہ فدیہ ادا کریں اس دن کی قیمت کے لحاظ سے رقم دے دیں۔

قضا روزوں کا فدیہ ایک ہی مسکین کو ایک ہی وقت میں دینا جائز ہے

سوال:- رمضان المبارک کے چند قضا روزوں کا فدیہ ایک غریب یا مسکین کو بھی ایک ہی دن میں دے سکتے ہیں؟

جواب:- چند روزوں کا فدیہ ایک ہی مسکین کو ایک ہی وقت میں دے دینا جائز ہے۔ مگر اس میں اختلاف ہے۔ اس لئے احتیاط تو یہی ہے کہ کئی روزوں کا فدیہ ایک کو نہ دیں لیکن دے دینے کی بھی گنجائش ہے۔

مرحومین کے قضا شدہ روزوں کا فدیہ ادا کرنا اشد ضروری ہے

سوال:- مسلمانوں کی اکثریت بے نمازی اور روزہ خور ہے، جب وہ مر جاتے ہیں تو ان کا سوم، دسواں،

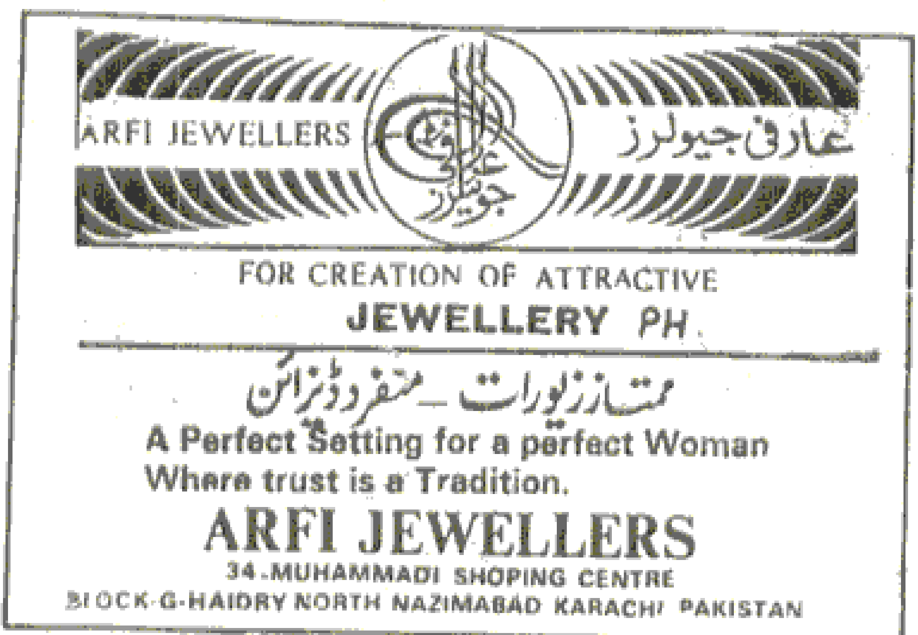

چالیسواں، برسی وغیرہ عام طور سے کی جاتی ہے۔ قرآن خوانی بھی ہوتی ہے جس میں خوشی بے خوشی لوگ شریک ہوتے ہیں۔ پڑوس کی مسجد مدرسہ کے طلبہ جلدی سے کلام پاک کی تلاوت سنا دیتے ہیں۔ چنوں پر کلمہ طیبہ کا ورد ہوتا ہے۔ کھانے کھلائے جاتے ہیں۔ کچھ خیر خیرات بھی کر دی جاتی ہے۔ لیکن مرحومین نے جو بے شمار نمازیں اور روزے قضا کئے ان کا کفارہ ادا کرنے کا کہیں تذکرہ نہیں آتا۔ میں نے دیکھا ہے کہ مرحوم لاکھوں کی جائیداد چھوڑ گئے اور مرحوم کے ورثاء یعنی بیٹے، بیٹی، بیوی وغیرہ کو اپنے اپنے حصے ملے لیکن مرحوم باپ کے قضا روزوں اور قضا نمازوں کا چکایا کوئی ادا نہیں کرنا چاہتا۔ میں بہت شوق سے "آپ کے مسائل اور ان کا حل" ۱۹۷۸ء سے پڑھ رہا ہوں۔ اسی سے معلوم ہوا کہ قضا روزوں کا "فدیہ" دینا چاہئے، لیکن آپ نے ایک سوال کے جواب میں یہ بھی لکھ دیا کہ مرنے والا وصیت کر جائے کہ قضا شدہ نماز، روزوں کا فدیہ اس کے وارث ادا کریں۔ اور آپ نے کہیں اس پر زور نہیں دیا کہ بلاتی وارث از خود اپنے مرحوم باپ کی قضا نماز، روزوں کا فدیہ ادا کریں۔ میں نے حال ہی میں ایک کتاب فتاویٰ قادریہ پڑھی جو ایک فرنگی محل عالم کی لکھی ہوئی ہے، اس میں تیس چالیس سال پہلے کسی سعادت مند وارث نے اپنے کسی مرحوم کی زندگی کی تمام نمازوں کا فدیہ معلوم کیا تھا تو عالم صاحب نے دو چار لاکھ روپے فدیہ کی رقم بتائی تھی۔ یہ تو بہت اہم مسئلہ ہوا۔ اب آپ یہ بتایئے کہ مرحوم کے قضا شدہ روزوں اور نمازوں کا فدیہ ادا کرنے کا کوئی چرچا نہیں ہوتا تو کیا فوت شدہ نمازیں اور روزے روز حشر معاف ہو جائیں گے؟

جواب :- مرحوم کی طرف سے فدیہ کے چند مسائل ذکر کرتا ہوں، تمام مسلمانوں کو ان مسائل کا علم ہونا چاہئے۔

اول : جو شخص ایسی حالت میں مرے کہ اس کے ذمہ روزے ہوں یا نمازیں ہوں اس پر فرض ہے کہ وصیت کرکے مرے کہ اس کی نمازوں کا اور روزوں کا فدیہ ادا کر دیا جائے، اگر اس نے وصیت نہیں کی تو گنہگار ہوگا۔

دوم : اگر میت نے فدیہ کرنے کی وصیت کی ہو تو میت کے وارثوں پر فرض ہوگا کہ مرحوم کی تجہیز و تکفین اور ادائے قرضہ جات کے بعد اس کی جتنی جائیداد باقی رہی اس کی تہائی میں سے اس کی وصیت کے مطابق اس کی نمازوں اور روزوں کا فدیہ ادا کریں۔

سوم : اگر مرحوم نے وصیت نہیں کی یا اس نے مال نہیں چھوڑا، لیکن وارث اپنی طرف سے مرحوم کی نماز روزوں کا فدیہ ادا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے توقع ہے کہ یہ فدیہ قبول کر لیا جائے گا۔

چہارم : ایک روزے کا فدیہ صدقہ فطر کے برابر ہے یعنی تقریباً پونے دو کلو غلہ۔ پس ایک رمضان کے تیس روزوں کا فدیہ ساڑھے باون کلو ہوا اور تین رمضانوں کے نوے روزوں کا فدیہ ۱۵۷.۵ کلو غلہ ہوا۔ اسی کے مطابق مزید کا حساب کر لیا جائے۔

اسی طرح ہر نماز کا فدیہ بھی صدقہ فطر کے مطابق ہے اور وتر سمیت دن رات کی چھ نمازیں ہیں (پانچ فرض اور ایک واجب) پس ایک دن کی نمازوں کا فدیہ ساڑھے دس کلو ہوا۔ اور ایک مہینے کی نمازوں کا فدیہ ۳۱۵ کلو ہوا اور ایک سال کی نمازوں کا فدیہ ۳۷۸۰ کلو غلہ ہوا۔ مرحوم کے ذمہ جتنی نمازیں اور جتنے روزے رہتے ہوں اسی حساب سے ان کا فدیہ ادا کیا جائے۔

پنجم : جو حکم رمضان کے فرض روزوں کا ہے وہی نذر (منت) کے واجب روزوں کا بھی ہے، پس اگر کسی نے کچھ روزوں کی منت مانی تھی پھر ان کو ادا نہیں کر سکا تھا کہ انتقال ہو گیا تو ہر روزے کا فدیہ مندرجہ بالا شرح کے مطابق ادا کیا جائے۔

ششم : اگر وارث کے پاس اتنا مال نہیں کہ مرحوم کی جانب سے نمازوں اور روزوں کے سارے فدیئے یکمشت ادا کر سکے تو تھوڑا تھوڑا کر کے ادا کرنا بھی جائز ہے۔

تنگدست مریض روزے کا فدیہ کیسے ادا کرے؟

سوال :- مجھے ذیابیطس کا مرض ہے جس کی وجہ سے میں فرض روزے رمضان کے رکھ نہیں سکتی۔ میں نے کوشش کی لیکن چکر آنے لگتے ہیں اور میں بہت بیمار رہ جاتی ہوں۔ میرے گھر کا خرچ بھی مشکل سے پورا ہوتا ہے لہٰذا میں کفارہ بھی ادا نہیں کر سکتی۔ مہربانی فرما کر آپ میری رہنمائی فرمائیں۔

جواب :- جیسا روکھا سوکھا خود کھاتی ہیں۔ ویسا ہی کسی محتاج کو بھی روزانہ دو وقت کھلا دیا کریں۔

اور جو شخص روزہ بھی نہ رکھ سکتا ہو اور اس کے پاس فدیہ ادا کرنے کے لئے بھی کچھ نہ ہو وہ صرف استغفار کرے اور یہ نیت رکھے کہ جب بھی اس کو گنجائش میسر آئے گی وہ روزوں کا فدیہ ادا کرے گا۔

اللہ کے لئے محبت

"اچھے برے دوست کی مثال ایسی ہے جیسے مشک والا اور آگ کی بھٹی دھونکنے والا۔ مشک والے کے پاس بیٹھ خوشبو ملتی ہے اور بھٹی والے کے پاس بیٹھنے والے کے کپڑے جل جاتے ہیں۔"

مطلب یہ ہے کہ نیک اور اچھے دوست سے ہمیشہ آرام اور فائدہ پہنچتا ہے۔ برے دوست سے ہمیشہ نقصان اور تکلیف ہی پہنچتی ہے۔

جبار کارپٹس

قائد آباد کارپٹ ● مون لائٹ ● بلال کارپٹ ●
یونائیٹڈ کارپٹ ● ڈیکورا کارپٹ ● اولمپیا کارپٹ

ڈیلرز

مساجد کیلئے خاص رعائت

۳۔ این آر ایونیو نزد جہدی پوسٹ آفس بلاک جی برکات حیدری نارتھ ناظم آباد فون: 6646888 - 664،635

مسلمانوں پر غیر مسلموں کو دعوتِ اسلام کی ذمہ داری

مولانا عتیق الرحمن سنبھلی

مسلمان۔۔۔۔ بحیثیت امت مسلمہ۔۔۔۔۔اس دعوت حق کے امین اور اسکی بقااور فروغ کے لئے جدوجہد کے ذمہ دار ہیں جس کو لے کر حضرت محمد ﷺ خدا کے آخری پیغمبر کی حیثیت سے دنیا کے سامنے آئے۔

آپ ﷺ نے اس دعوت کے کام کو ایک تکمیلی مرحلے تک پہونچایا۔ آغاز پکار اور اپیل' اعلان اور تبلیغ اور انذار و تبشیر (آگاہی و خوشخبری) کی دلسوزانہ کاوشوں سے ہوا اور جدوجہد کا یہ مرحلہ کوئی تیرہ سال میں جاکر تمام ہوا۔

اس مرحلے کی بے تکان اور ہمہ دم کاوشوں نے معاملے کو اس نقطے تک پہونچایا جس کے بیان میں قرآن پاک نے کہا ہے:۔

قدتبین الرشد من الغی

(البقرہ۔ ع ۳۴) ترجمہ۔ ہدایت یابی صاف طور پر ظاہر اور گمراہی سے الگ ہو چکی ہے۔

فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر

ترجمہ۔ اب جو چاہے وہ ایمان و اطاعت کی راہ اختیار کرے اور جو چاہے کفرو انکار کی راہ پر پڑے۔

"ایمان" کی راہ پسند کرنے والوں نے ایمان کی راہ اختیار کرلی اور "کفر" جنھیں اچھا لگا انھوں نے کفر کی راہ پر چلنے کا فیصلہ کرلیا۔

ایک ہی قوم کے اندر یہ دو الگ الگ جماعتیں پورے شعور اور فیصلے کے ساتھ وجود میں آگئیں۔ ایمان کی جماعت چھوٹی اور کمزور تھی۔ کفر کا جتھہ بڑا اور بھاری۔ ایمان والوں کو وطن سے بے وطن ہونا پڑا۔ ان کے لئے دیس کی زمین جہنم بنادی گئی تھی۔ ترک وطن کرجانے پر بھی چین کی سانس لینے کی انھیں اجازت نہیں دی گئی۔ اس نئی سرزمین پر اس نئے عقیدے اور ایمان والی جماعت کا آنا اور ایک حلقہ اثر پیدا کرلینا وہاں کے جن لوگوں کو اچھا نہیں لگا تھا' انھیں اکسانے کی تدبیریں شروع ہو گئیں' سازشوں کے رابطے ان سے استوار ہوئے' امداد کے وعدے ہوئے اور اپنی طرف سے بھی یلغار کے منصوبے بن کر حرکت میں آنے لگے۔

قدرتی بات تھی کہ اب دوسری طرف بھی صف آرائی شروع ہوجاتے تلوار کی طاقت سے جو جینے نہ دینے کا فیصلہ نافذ کرنا چاہتے تھے۔ ان سے تلوار ہی آزماکر جینے کا حق لیا جائے۔ پہلے انھوں نے پورے شعور اور ادراک کے ساتھ کفرو انکار کا فیصلہ کیا تھا۔ پھر ظلم و ستم کا رویہ اپنی راہ سے مخالف جانے والوں کے ساتھ اپنایا' وہ سرزمین ان لوگوں نے چھوڑدی جس پر یہ ظالم اپنے رنگ۔ سے جدا کوئی رنگ دیکھنا نہیں چاہتے تھے تو دوسرے دیار میں بھی ان پر چڑھائی کے منصوبے بندھنے لگے اور وہاں کے مخالفوں کو اکسانے کی تدبیریں شروع ہوئیں۔ اسکے بعد سوائے دشمنی کے ظاہر ہے کوئی رشتہ ان دونوں جماعتوں کے درمیان باقی نہیں رہ سکتا تھا۔ اب "ایمان والوں" کے لئے عین ان کے ایمان کا تقاضہ تھا کہ اس دوسری جماعت کو دشمن کی نظر سے دیکھیں' سمجھانے اور اپنانے کے بجائے اسے دبانے اور فنا کردینے کی تدبیریں سوچیں۔ سمجھانے کے تمام مرحلے تمام ہو چکے تھے' اپنانے کی تمام کوششیں بے کار جاچکی تھیں۔ نرما لینے کی امیدوں کے لئے ہر دروازہ بند' ایسے میں کوئی دوسرا رویہ دشمن کو کامیابی کا موقع دینے اور اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال لینے کے سوا کوئی معنی نہیں رکھتا تھا۔

اس صف آرائی کے بعد جنگ آزمائی کی نوبت آئی تو نتیجہ اہل ایمان کے حق میں نکلنا شروع ہوا کفر کے جتھے نے جتنا جتنا زیادہ زور لگایا اتنی ہی مایوسیاں اس کا مقدر ہوئیں۔ وہ سارے عرب کی ہم خیال طاقتوں کو بھی ایک مرتبہ جمع کرکے لایا مگر نتیجہ میں کچھ فرق نہ پڑسکا اور اس کے بعد ان سب طاقتوں کو زیر کرنا ایمانی جماعت کے لئے ضروری ہو گیا۔ اور یہ کام اصل جتھہ داروں یعنی کفار قریش کے کمر ہمت ٹوٹ جانے کے بعد چند ہی سال کے اندر کرلیا گیا۔ اب اسلام مکہ فتح کرنے سے پہلے ہی جزیرہ عرب کی سب سے بڑی طاقت تھا۔۔۔۔ ایک نئی طاقت جو "آنا" فانا" پروان چڑھی تھی۔

جیساکہ ہوتا ہے' اردگرد کی سیاسی طاقتوں (روم و ایران کی شہنشاہیوں) نے اس نئی ابھرتی ہوئی طاقت کو اپنے لئے خطرہ محسوس کیا۔ اور اسے دبادینے کے اقدامات شروع ہوگئے۔ یعنی دشمنی کا ایک نیا محاذ پیدا ہو گیا ان سلطنتوں کے سربراہوں کو آنحضرت ﷺ نے خطوط لکھ کر دعوت اسلام دی تھی' مگر اس کا کوئی اچھا نتیجہ نکلنے کے بجائے آگے چل کر یہ صورت حال پیدا ہوئی' اور پھر جنگوں کا وہ سلسلہ شروع ہوا جو ان سلطنتوں کی اینٹ سے اینٹ بجائے بغیر ختم نہیں ہوسکا۔ دشمنی اور صف آرائی کا وہ خط جو مدینے اور مکے کے درمیان سے شروع ہو کر پورے عرب میں پھیلا تھا وہاں سے منتقل ہو کر پوری دنیا میں اسی نوعیت کی ایک تقسیم کا خط بن گیا۔ اسلام لے آنے والے اس خط کے اس طرف تھے اور اپنے قدیم دین پر قائم رہنے والے اس طرف تھے۔ ان دونوں میں جو زیادہ سے زیادہ اچھا رشتہ تھا وہ بس ایک ہار جانے والے یا صلح کرلینے والے دشمن کا رشتہ۔ ان غیر مسلموں کو اگرچہ ایمان اور اسلام کی دعوت اس طرح نہیں دی جاسکتی تھی جس طرح عربوں کو اور خاص طور پر قریش کو دی گئی تھی۔ مگر ایک تو یہ بات ممکن ہی نہیں تھی۔ ہزاروں میل میں پھیلے ہوئے کروڑوں انسانوں کو اس طرح سے دعوت دینے کی کوئی صورت ان عربوں کے لئے نہیں تھی جو اس کے اہل تھے۔ علاوہ ازیں یہ بات اب ضروری نہیں اسلام کی صداقت اب سمجھانے کی چیز نہیں' آنکھوں سے نظر آنے کی چیز تھی۔ جس چھوٹی سی طاقت کے ساتھ اٹھ کر اس کے لشکروں نے وقت کی عظیم شہنشاہیوں کے تخت الٹ دیئے تھے کم از کم اس وقت کے انسان کے لئے اس کے واحد معنی یہی تھے کہ یہ خدا کی حمایت و مدد کا کرشمہ ہے۔۔۔۔ اس کے ماسوا ان لوگوں نے ان لشکروں کی کاروائیوں میں ایسے محیّر العقول واقعات بھی دیکھے یا اپنوں ہی سے سنے تھے جن میں حقیقت اور بھی زیادہ کھلے طور سے نظر آئے۔ ایسے واقعات جنھیں دیکھ کر مقابل لشکر بعض دفعہ یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ یہ عام انسان نہیں ہیں اور بے ساختہ چلا اٹھے کہ "دیواں آمدند' دیواں آمدند"! پھر ان لشکروں کا کیرکٹر اور کردار اور ان کی زندگی کا رنگ جو ان لوگوں کے مشاہدے میں آیا وہ تمام دلیلوں سے بڑھ کر اسکے دین کی صداقت اور خدا سے اسکے سچے رابطے کی دلیل تھی "دشمنوں" کے ایسے لشکر انھوں نے کبھی نہیں دیکھے تھے جو مفتوحین کی جان و مال سے لے کر آبرو تک کو لوٹ ڈالنا اپنا حق نہ سمجھیں۔ مگر ان لشکروں کو انھوں نے اس سے بالکل مختلف پایا۔ یہاں تک مختلف پایا کہ سال بھر کا جزیہ اہل شہر سے وصول کیا جاچکا ہے مگر جنگی مصلحت سے وہ شہر چھوڑدینا پڑ رہا ہے۔ تو آنہ پائی سے حساب کرکے جزیہ کی یہ رقم اہل شہر کو پہلے واپس کی گئی اور پھر کوچ کیا گیا۔

اور کیا اپنے کیا پرائے' کسی بھی لشکر کے متعلق یہ تصور نہیں کرسکتے تھے۔۔۔۔ جیساکہ آج بھی نہیں کیا جاسکتا کہ اہل لشکر زاہد شب زندہ دار ہوں دن کو تلوار آزمائے' شہسواری کے بانکپن دکھاتے اور بڑے بڑوں کے سر

جھکاتے ہوں۔ اور رات کو عجز و نیاز کی تصویر بنے مصلے پر نظر آتے ہوں' اگر اس لشکر کا یہ نرالا رنگ بھی انھوں نے دیکھا اور سنا۔ اور اتنی ہی حیرت اور شدت احساس کے ساتھ دیکھا اور سنا جیسے ایک نرالی اور انوکھی چیز دیکھی یا سنی جاتی ہے۔

اس سب کے بعد کون سے شبہے کی گنجائش اس معاملہ میں رہ جاتی تھی کہ یہ اصل خدا پرستی کے وارث ہیں اور جس دین کی دعوت یہ دیتے ہیں ہدایت اور خدا . . . نقطۂ نظر سے کوئی دوسرا دین اس کے مقابلے میں اپنانے کے قابل نہیں ہو سکتا۔

بالفرض کوئی پہلو مزید سمجھنے سمجھانے کا رہ بھی جاتا تھا تو وہ تمام اسباب جمع تھے جن سے اس مزید تلاش و تحقیق کی ذمہ داری خود ان پر . . . ہوتی تھی۔ ان کے چاروں طرف ایسے حالات پیدا ہو چکے تھے جو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر کہہ رہے تھے کہ اس "نئے دین" کے بارے میں سنجیدگی سے کوئی فیصلہ کریں۔ اور پھر اس کے لئے تمام . . . ابھی موجود تھیں' اس دین کے علمبرداران کے درمیان . . . ود تھے اس لئے جو اس سب کے بعد بھی اپنے پرانے دین پر رہا اور اس "نئے دین" کو نہ ماننے ہی کا فیصلہ کیا تو یہ بھی "قدتبین الرشد من الغی" کے بعد "غی" کو اختیار کرنے کا فیصلہ تھا اور اس کا جو حکم کفار عرب کے حق میں تھا وہی ان دوسروں کے حق میں بھی یعنی یہ کہ شعور و ادراک کے ساتھ مخالف کیمپ میں رہنے والا انھیں سمجھا جائے اور ایک مخالف اور دشمن گروہ کے افراد جیسا سلوک ان کے ساتھ کیا جائے۔۔۔۔۔ اگرچہ یہ سلوک ہتھیار ڈالدینے یا صلح کرنے والے دشمن کے ساتھ جیسا سلوک ہو۔

اسلام کے ماننے والوں اور دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان تعلق و معاملت کی جو یہ نوعیت پہلی صدی ہجری کے نصف اول میں قائم ہوئی اس کا اس وقت تک بر قرار رہنا بالکل معقول تھا۔ جب تک کم و بیش اس طرح کے حالات قائم رہے جس طرح کے حالات میں اس کی بنا پڑی تھی کم از کم یہ کہ جب تک اسلام ایک زندہ دعوت فکر بنا رہا' جب تک اسکے ماننے والے کچھ ان خصوصیات کے بہر حال حامل رہے جو ان کے دین میں صداقت و حقانیت کے اعلیٰ معیار کا اظہار کرتے تھیں' جب تک اسلام ایک ایسی طاقت بنا رہا جسے سمجھنے اور اس طاقت کا سرچشمہ جاننے کی خود بخود تحریک لوگوں کے اندر پیدا ہو۔ یہ اور اس طرح کے دوسرے حالات جب تک قائم تھے' بالکل صحیح تھا کہ "قدتبین الرشد من الغی" کا دور ہی اسے سمجھا جائے اور ہمارے اور غیر مسلموں کے درمیان تعلق کی وہی نوعیت بنی رہے جو اوپر سے آ رہی تھی۔ مگر جب یہ حالات قائم نہیں رہے۔ ہم "شہداء علی الناس" کی صفت باقی نہیں رہی۔ "تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا" کا مصداق ہمیں دیکھنے والا مجموعی طور سے نہیں پاتا' "سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود" کا نشان حق پرستاری بھی کسی کو ہمارے چہروں پر آسانی سے نظر نہیں آتا۔ لشکر و لشکر تو ہمارے ہیں کہاں لیکن جو کچھ بھی ہیں ان میں "بالنھار فرسان وباللیل رھبان" کی انفرادی مثالیں گو اب بھی مل جاتی ہوں مگر لشکر کی امتیازی شان اب یہ ہرگز نہیں ہے۔ اب جو اوروں کا حال ہے وہی ہمارا بھی عام حال ہے۔ بدکاری' فحاشی' شراب نوشی اور بے قیدی جو لشکروں کے خصوصی اوصاف بن کر رہے ہیں۔ ہمارے لشکروں کا بھی وصف ہیں۔ یہ اپنوں تک کے ساتھ وہ کر گزرتے ہیں' جس کی اجازت غیروں کے ساتھ بھی نہ تھی۔ اسلام وہ طاقت اب نہیں رہا جو دنیا کے لئے از خود دعوت فکر ہے' بلکہ ہماری شامت اعمال سے اب وہ ایک ناقابل التفات چیز ہے۔ وہ دنیا بھر میں ذلیل اور پسماندہ لوگوں کا دین ہے۔ کوئی التفات اور توجہ اس کی طرف اگر ہے تو ہماری بد اعمالیوں کے ساتھ ساتھ مخالفوں کے موثر پروپیگنڈہ کی وجہ سے ایک ایسی طاقت کی حیثیت سے جو بدی کی طرف لوگوں کو مائل کرتی ہے جو ظلم اور سنگ دلی کی رغبت دلاتی ہے۔ جو ظلمت پرستی اور دقیانوسیت کی داعی ہے۔ اس نئے حال کو ایک مدت ہو چکی ہے۔ صدیاں ہو رہی ہیں۔ خود ہمارے اندر ہر جگہ ایسے لوگ اچھی خاصی طاقت اور تعداد میں ابھر چکے ہیں جو اسی طرح کا خیال "اپنے" اس دین کے بارے میں رکھتے اور ظاہر کرتے ہیں۔ اسلام کو بدلنے کی دعوت دیتے اور جہاں طاقت پا جائیں اس پر عمل کی بھی ہر کوشش کرتے ہیں۔ اس کا جو اثر غیر مسلموں پر پڑ سکتا ہے اس کے لئے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔

ایسے میں یہ بات قابل غور نظر آتی ہے کہ آیا غیر مسلموں کے ساتھ تعلق اور رویہ کی وہی نوعیت برقرار رکھنا اب بھی صحیح ہے جو بالکل مختلف حالات میں قائم ہوئی تھی؟ کیا اب بھی ہمیں سمجھنا چاہئے کہ حق واضح ہے۔ اور جو کوئی اسلام کو اختیار نہیں کرتا وہ اس کی حقانیت کو جانتے بوجھتے ایسا کر رہا ہے؟ ان سطور کے راقم کا طالب علمانہ خیال ہے کہ ایسا نہیں ہونا چاہئے' اوپر اس مسئلے کو جس طرح سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے' اس میں اگر کوئی اہم فرو گذاشت نہیں ہوئی ہے تو پھر کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ آج بھی غیر مسلموں کے معاملے میں اسی رویہ کو برقرار رکھا جائے جو اوپر سے چلا آ رہا ہے۔

اوپر کے جائزے کی روشنی میں آج عام غیر مسلم "حق" سے بے خبری کے معاملے میں اصولاً" اسی جگہ ہیں' جس جگہ بعثت محمدی کے وقت عرب اور غیر عرب دنیا تھی' قرآن ضرور موجود ہے' مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے بھی ہیں۔ لیکن تنہا قرآن نازل کر دینا تو اتمام حجت کے لئے پروردگار نے اہل زبان کے لئے بھی کافی نہیں سمجھا تھا' ایک رسول کی بعثت بھی ضروری قرار پائی جو اس ہدایت نامے کی انتہائی دل سوزیوں کے ساتھ اہل عرب کو پکارے اور اس دعوتی کیفیت کے ساتھ ساتھ اس کی عملی زندگی بھی اس کتاب کی صداقت' حقانیت اور منزل من اللہ ہونے کی شہادت دے۔ عرب سے باہر لوگوں پر حجت تمام کرنے کے لئے قدوسیوں کا ایک پورا گروہ اس کے ساتھ اٹھایا گیا جو قرآن کی حقانیت اور اسلام کی کیمیاگری کا ناقابل انکار ثبوت تھا۔

وکذالک جعلنا کم امۃ وسطا لتکونو اشھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا۔
(البقرہ ع ۱۷)

ترجمہ۔ اور اسی طرح ہم نے تم کو ایک امت معتدل بنایا تاکہ تم ہو شہادت دینے والے لوگوں پر اور رسول شہادت دینے والا تم پر۔

یہی بات سورہ حج میں ترتیب بدل کر فرمائی گئی کہ "لیکون الرسول شھیدا علیکم وتکونوا شھداء علی الناس" اسی طرح کچھ دوسرے الفاظ میں بھی جماعت صحابہ کی یہی حیثیت قرآن نے کئی جگہ واضح کی ہے جن کا ذکر کرنے کی اہل علم کے لئے ضرورت نہیں۔

پس جب اس زمانے میں تنہا قرآن کا موجود ہونا (بغیر زندہ داعیوں اور عملی نمونوں کے) لوگوں پر حق واضح ہو جانے اور حجت پوری ہو جانے کے لئے کافی نہیں تھا تو کوئی وجہ نہیں کہ قرآن' اس کے تراجم اور اسلامی لٹریچر اس زمانے میں کافی سمجھ لئے جائیں اور اس نظر سے غیر مسلموں کو دیکھا جائے جس کی منزل حق پوری طرح واضح ہونے اور پھر بھی ان کے کفر و انکار پر جمے رہنے کے بعد آتی ہے۔

سوال کسی جہاد وغیرہ کے جواز اور عدم جواز کا نہیں ہے' یہ تو باب ہی بند ہے۔ سوال اس ذہن اور نظر سے متعلق ہے جس سے ہم آج غیر مسلموں کے بارے میں کام لیتے ہیں۔ ہم نے انھیں "اعداء اللہ" کے زمرے میں شمار کر رکھا ہے' حالانکہ نہ ان پر "اللہ کا دین" اس طور پر پیش کیا گیا جس سے یہ صداقت ان کے دلوں پر روشن ہو جائے۔۔۔۔ بلکہ سرے سے پیش ہی نہیں کیا گیا۔۔۔۔ اور نہ وہ حالات ہیں جو اس دعوتی جدوجہد کے قائم مقام بن جائیں تب اس دین سے ان کی دوری یا مسلمانوں سے مخالفت' اللہ سے مخالفت کے ہم معنی کیسے ہو سکتی ہے؟

کچھ افراد آج کی غیر مسلم قوموں میں ہو سکتے ہیں جو مسلمانوں سے تعصب میں اسلام کی بھی باقاعدہ مخالفت اور اسے نقصان پہونچانے پر کمربستہ ہو جائیں اور واقعات و قرائن شہادت دے رہے ہوں کہ اس کام کے لئے یہ اسلام کے ماخذوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔ یہ لوگ بے شک اپنی خرابی فطرت سے حق دشمن اور اللہ کا خوف نہ کرنے والے ہیں' اور اعداء اللہ کہلانے کے پورے پورے مستحق' اسی طرح کچھ اور قسمیں بھی ایسے افراد کی نکل سکتی ہیں۔۔۔۔ علیٰ ہذا بعض خاص فکر و فلسفے والی جماعتوں اور تنظیموں کا نام آپ لے سکتے ہیں' جنھوں نے الحاد پر اپنے فکر و عمل کی بنیاد رکھ لی ہے' اور خدا بیزاری ان کا کھلا نشان ہے' یہ مذکورہ بالا افراد سے بھی بڑھ کر "اعداء اللہ" کا مصداق ہیں' لیکن خالی غیر مسلم ہونا یا اس کے ساتھ مسلمانوں سے مخالفت اور رسہ

باقی صفحہ ۲۵ پر

(آخری قسط)

حسین احمد نجیب

فتح مکہ

اخلاقِ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی عظیم کامیابی

حضور ﷺ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو صورتحال سے آگاہ فرمایا تو انہوں نے عرض کیا۔ "یارسول اللہ! ہمارے اور قریش کے درمیان تو معاہدہ ہے۔" آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ "ہاں معاہدہ تھا' لیکن قریش نے خود ہی نقض عہد کیا ہے اور معاہدہ شکنی کے مرتکب ہو چکے ہیں۔"

جہاد کی تیاری شروع ہو گئی۔ حضور ﷺ نے اطراف مدینہ میں اعلان عام کرادیا کہ جو شخص بھی اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان رکھتا ہے وہ رمضان المبارک تک مدینہ پہنچ جائے۔ اس تیاری میں آپؐ کی کوشش یہ تھی کہ قریش مکہ کو خبر نہ ہونے پائے تاکہ وہ جنگ کی فضا پیدا کرنے سے باز رہ سکیں اور اچانک اسلامی لشکر کے پہنچ جانے سے مرعوب ہو کر اطاعت قبول کرلیں۔ اس دوران ایک حادثہ پیش آگیا۔

حاطب بن ابی بلتعہ کا واقعہ

حاطب بن ابی بلتعہؓ ایک بدری صحابی تھے' ان کے اہل و عیال مکہ ہی میں تھے کہ یہ صورتحال پیش آگئی' انہوں نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ اس واقعہ کا حال بہرحال مشرکین کو معلوم ہو ہی جائے گا' سو اگر میں بھی قریش مکہ کو اس کی اطلاع کردوں تو ہمارا (مسلمانوں کا) کوئی نقصان بھی نہیں ہوگا اور میں ان کی ہمدردی حاصل کرکے اپنے اہل و عیال کو ان کی مضرت سے بھی محفوظ رکھ سکوں گا' مشرکین مکہ کے نام ایک مکتوب لکھ دیا' نبی اکرم ﷺ کو بذریعہ وحی الٰہی یہ معلوم ہو گیا' اور آپؐ نے حضرت علیؓ' مقدادؓ' زبیرؓ کو مامور فرمادیا کہ روضہ خاخ جاؤ' وہاں ناقہ سوار عورت ملے گی' وہ جاسوس ہے' اس کے پاس ایک خط ہے' وہ اس سے چھین لو' یہ حضرات روضہ خاخ پہنچے تو عورت کو موجود پایا' انہوں نے خط کا مطالبہ کیا' عورت نے انکار کیا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہے' مگر جب انہوں نے جامہ تلاشی کی دھمکی دی تو مجبور ہو کر اس نے سر کے بالوں میں سے ایک پرچہ نکال دیا۔

یہ پرچہ جب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا تو وہ حضرت حاطب کا خط تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کی جانب مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا۔

"حاطب یہ کیا؟"

حاطب نے عرض کیا۔

"یارسول اللہ (ﷺ) عجلت نہ فرمائیں' یہ خط میں نے اس لئے لکھا کہ میں جانتا ہوں کہ مدینہ میں مقیم سب مہاجرین کا مکہ کے قریشیوں کے ساتھ کسی نہ کسی قسم کا رشتہ اور تعلق ہے' ایک میں ہی ایسا ہوں جس کا ان کے ساتھ کوئی رشتہ نہیں ہے' تو میں نے یہ صرف اس یقین پر کیا ہے کہ مسلمانوں کو تو اس بات سے کوئی نقصان نہیں ہوگا اور میں اس طرح قریش کی ہمدردی حاصل کرکے اپنے اہل و عیال کو محفوظ کر سکوں گا' یارسول اللہ ﷺ! بخدا میں نے ہرگز' ہرگز یہ کام ارتداد اور کفر پر رضا کی نیت سے نہیں کیا' میں اب بھی اسلام کا شیدائی اور فدائی ہوں۔"

نبی اکرم ﷺ نے یہ سب سن کر ارشاد فرمایا۔

"حاطب نے تمہارے سامنے سچ سچ بات کہہ دی۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

"یارسول اللہ ﷺ! مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن اڑادوں۔"

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"حاطب بدر کے مجاہد ہیں' اور اللہ تعالیٰ نے شرکاء بدر کے لئے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم حاطب کے واقعہ پر ہی قرآن حکیم کی یہ آیت نازل ہوئی۔ یایھا الذین امنوا لا تتخذوا عدوی و عدوکم اولیاء (الیٰ) فقد ضل سواء السبیل۔

لشکر اسلام کی مدینہ سے روانگی

رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہو چکا تھا۔ حضور ﷺ دس ہزار جاں نثاروں کے ساتھ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ لشکر اسلام کا رخ مکہ کی جانب تھا۔ قدید اور عسفان کے درمیان مقام کدید تک پہنچے تو رحمت للعالمین ﷺ نے دیکھا کہ مسلمانوں پر روزہ کی سختی شدید صورت اختیار کر گئی ہے۔ آپؐ نے پانی منگوایا اور مجمع کے سامنے نوش فرمایا تاکہ صحابہؓ دیکھ لیں اور ان کو معلوم ہو جائے کہ سفر اور جہاد کے موقع پر افطار کی اجازت ہے اور قرآن کی عطا کی ہوئی رخصت کا یہی مطلب ہے۔

(بخاری ص ۶۱۲ ج ۲)

حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ مع اہل و عیال مسلمان ہو کر مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کے ارادہ سے روانہ ہو چکے تھے۔ راستے میں لشکر اسلام کو کی جانب عازم دیکھا۔ حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق اہل و عیال کو مدینہ روانہ کردیا اور خود مجاہدین میں شامل ہو گئے۔

مکہ کے قریب پہنچ کر حضور ﷺ نے لشکر کو پڑاؤ ڈالنے کا فرمایا اور روایات کے مطابق ہدایت فرمائی کہ ہر قبیلہ کے لوگ دوسرے سے کچھ ہٹ کر پڑاؤ ڈالیں تاکہ قریش کے جاسوسوں کو دور دور تک رات کے وقت آگ جلتی نظر آئے کہ وہ کثرت تعداد سے مرعوب ہو جائیں گے۔ قریش کے سردار حکیم بن حزام' بدیل بن ورقاء اور ابوسفیان جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے حملہ آور لشکر کا جائزہ لینے کے لئے مکہ سے نکلے۔ مرالظہران کے پاس پہنچ کر دیکھا کہ آگ کی روشنی سے یوں منظر تھا جیسے عرفات کے میدان میں ایام حج میں ہوتا ہے۔ گشت پر مامور مسلمان دستے نے گرفتار کرکے خدمت اقدس میں پیش کیا۔ رحمت للعالمین ﷺ نے ازراہ کرم معاف کرکے قید سے آزاد کردیا۔ آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ سے ابوسفیان اس درجہ متاثر ہوئے کہ فوراً مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ اسی طرح عبداللہ بن ابی امیہ بھی اسلام کے شیدائی بن کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان حضرات کے اسلام لانے پر بہت مسرت کا اظہار فرمایا اور مخاطب کرکے ارشاد فرمایا۔ لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم و ھو ارحم الراحمین۔ آپؐ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ ابوسفیان کو ابھی مکہ واپس نہ جانے دیں۔ پہلے اسے سامنے والی پہاڑی پر لے جاکر مسلمانوں کی شان و شوکت کا نظارہ کرائیں۔ چنانچہ ابوسفیان اور حضرت عباسؓ پہاڑی پر کھڑے ہو گئے۔ مہاجرین و انصار کے ہر قبیلے کا لشکر اپنا پرچم لہراتے ہوئے گزر رہا تھا۔ ابوسفیان حیرت زدہ مبہوت کھڑے منظر دیکھ رہے تھے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ پرچم تھامے انصار کے ایک قبیلہ کے ساتھ گزرے۔ ابوسفیان کو دیکھ کر جوش میں آگئے اور یہ جملہ کہہ دیا کہ الیوم یوم الملحمۃ الیوم تستحل الکعبۃ (یعنی آج کا دن جنگ کا دن ہے' آج کعبہ میں بھی جنگ حلال ہے)۔

سب سے آخر میں ایک چھوٹی سی جماعت کے ساتھ سرور دوجہاں رحمت للعالمین نبی آخر الزمان ﷺ سامنے سے گزرے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں حضور ﷺ کا پرچم تھا۔ جس کا نام عقاب تھا اور سفید اور کالی دھاریوں والا تھا۔ ابوسفیان نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں سعد بن عبادہ کے کلمات کا تذکرہ کیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ "سعد نے غلط کہا۔ آج کے دن میں تو اللہ تعالیٰ کعبہ کی عظمت دوبالا کرے گا اور آج کعبہ پر غلاف چڑھایا جائے گا۔" پھر حضرت سعد سے پرچم لے کر ان

کے بیٹے کو عطا کر کے اس لشکر کا امیر مقرر فرمادیا۔

مرال ظہران میں ابوسفیان کے قبول اسلام کے وقت حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ ابوسفیان قریش کے سردار رہے۔ ان کو خصوصی اعزاز بخش دیجئے۔ چنانچہ آپؐ نے اعلان کروا دیا کہ۔

"جو کوئی شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کو امن ہے۔"

تھوڑی دیر بعد جب فاتحانہ مکہ میں داخل ہوئے تو یہ بھی اعلان کروا دیا کہ۔

"جو کوئی اپنے گھر کے دروازے بند کر کے بیٹھ جائے یا مسجد حرام میں پناہ لے لے اس کو بھی امن ہے۔"

البتہ اس امن عام اور عظیم معافی سے کچھ لوگوں کو مستثنیٰ قرار دے کر واجب القتل قرار دے دیا گیا۔

آقائے دوجہاں سرور عالم رحمت للعالمین خاتم الانبیاء ﷺ سپہ سالار لشکر اسلام کی حیثیت سے اس فاتحانہ شان سے مکہ میں داخل ہوئے کہ سفید رنگ کا علم اور عقاب نامی سیاہ دھاری دار پرچم ساتھ ساتھ لہرا رہے تھے۔ آپ سر پہ مغفر اوڑھے ہوئے تھے جس پر سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا۔ سورۃ فتح انا فتحنا پڑھتے ہوئے آیات کو بلند آواز سے دہراتے جاتے تھے۔ معرفت الٰہیہ کی انتہائی بلندیوں کی بناء خشوع خضوع کا یہ حال تھا کہ سر مبارک جھک کر ناقہ کی پیٹھ سے مس کر رہا تھا۔ آنکھیں شکر فتح سے اشک بار تھیں۔

خانہ کعبہ کی بتوں سے پاکیزگی

مسجد حرام میں داخل ہو کر سب سے پہلے حکم فرمایا کہ تمام بت اٹھا کر کعبہ سے باہر پھینک دیئے جائیں اور دیواروں سے تصاویر مٹادی جائیں۔ تین سو ساٹھ بتوں کو سرنگوں کر کے خانہ خدا سے ہمیشہ کے لئے نکال باہر کیا گیا۔ پھر آپؐ نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور بتوں کے سامنے کھڑے ہو کر لکڑی سے ان کو چرکا دیتے جاتے اور جاء الحق و زھق الباطل وما یبدی الباطل ولا یعید پڑھتے جارہے تھے۔ یعنی "حق آپہنچا اور باطل اڑ گیا اور باطل نہ کسی شے کو پیدا کرے اور نہ پھیر کر لائے۔" (وہ تو خود ہی فنا ہونے والا ہے)۔

حضور ﷺ کے حکم کے مطابق خانہ کعبہ بتوں کی نجاست اور گندگی سے پاک ہو گیا تو کعبہ کے اندر داخل ہوئے اور اس کے ہر گوشے میں گھومتے ہوئے بلند آواز سے تکبیرات کہتے رہے۔ پھر نفل ادا کی۔ آپؐ باہر تشریف لائے اور مقام ابراہیم پر جا کر نماز ادا کیا۔ جب آپؐ اور صحابہ کرام وضو کر رہے تھے تو مشرکین حیرت و استعجاب سے انگشت بدنداں تھے کہ کیسے فاتح ہیں؟ اتنی بڑی فتح و کامرانی کے باوجود نہ کوئی جشن ہے، نہ کبر و نخوت کا اظہار بلکہ دربار الٰہی میں عبودیت کے اظہار میں ہر مجاہد بیتاب نظر آتا ہے۔ اس سے ان کو یہ یقین ہو گیا کہ یہ بادشاہوں کا انداز نہیں ہے بلکہ یہ تو کوئی دوسرا ہی عالم ہے۔

(بخاری۔ تاریخ ابن کثیر ج ۴ ص ۳۰۰)

دربار نبوی کے فیصلے

نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

"یارسول اللہ ﷺ! دو خدمتیں "حجابہ اور سقایہ" ہمارے لئے جمع فرما دیجئے۔ (سقایہ۔ حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت تو پہلے ہی بنی ہاشم کے پاس تھی اب وہ کلید برداری کا شرف بھی حاصل کرنا چاہتے تھے) کعبہ کی کنجی ہمیں عطا فرما دیجئے، نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعدد بار عرض کرنے کا کوئی جواب نہیں دیا بلکہ بار بار فرمایا کہ "عثمان بن طلحہ کہاں ہیں؟" ان کو آپؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو نبی رحمت ﷺ نے کعبہ کی کلید ان کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا۔ "عثمان! اپنی کنجی، آج کا دن بھلائی اور وفاء عہد کا دن ہے۔" (اللہ اکبر! یہ وہی عثمان بن طلحہ ہیں جنہوں نے ہجرت سے پہلے حضور ﷺ کو کلید کعبہ دینے سے انکار کر دیا تھا اور خانہ کعبہ میں آپؐ کو داخل نہ ہونے دیا تھا۔ رحمت عالم ﷺ کی اس عطا کے بعد سے آج تک یہ سعادت ان کے خاندان میں چلی آرہی ہے)۔

اب لوگ منتظر تھے کہ دیکھئے جن مشرکین نے برسوں تک آپؐ کو اور مسلمانوں کو ہر قسم کی ایذا دی، مصائب میں مبتلا کیا، آج ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوتا ہے؟

آپؐ نے تمام قریشی قیدیوں کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ اور جب سب خدمت اقدس میں پیش ہوئے تو آپؐ نے دریافت فرمایا۔

"اے قریش گروہ! تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ کس طرح پیش آؤں؟"

انہوں نے جواب دیا۔

"ہم آپ سے خیر کی امید رکھتے ہیں۔"

آپؐ نے یہ سن کر زبان وحی ترجمان سے یہ ارشاد فرمایا۔

اذھبوا فانتم الطلقاء۔

"جاؤ! تم سب آزاد ہو۔"

یہ سننا تھا کہ نہ صرف قریش بلکہ ہر ایک صاحب بصیرت کے سامنے یہ حقیقت روشن ہو گئی کہ بادشاہ اور پیغمبر کی زندگی کا امتیازی نشان کیا ہے؟ پیغمبرانہ زندگی نہ ذاتی عداوت و کدورت کو کوئی وقعت دیتی ہے اور نہ اس کا غیظ و غضب ہوائے نفس کے تابع ہوتا ہے، ایک نبی کو اگر صبر آزما حد تک ایذا و تکلیف دی جائے اور پھر موذی شخص رحم کا طالب ہو تو وہ بلاشبہ "عفو و کرم" ہی پائے گا اور مکارم اخلاق کے ہر پہلو کا مظاہرہ دیکھے گا، چنانچہ اس درمیان میں جب ایک شخص لرزتا، کانپتا ہوا آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے شیریں گفتاری کے ساتھ ارشاد فرمایا۔

ھون علیک فانی لست بملک انما انا ابن امراۃ من قریش کانت تاکل القدید۔

"گھبراؤ نہیں، میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں، میں تو خشک گوشت کھانے والی ایک قریشی عورت ہی کا بیٹا ہوں۔"

اسی عفو و کرم کا یہ نتیجہ نکلا کہ زعماء قریش جوق در جوق حاضر خدمت ہوتے اور دولت اسلام سے مشرف ہو کر سعادت کبریٰ سے محظوظ ہوتے تھے، چنانچہ حضرت معاویہؓ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے والد ابو قحافہؓ جیسے حضرات اسی دن مسلمان ہوگئے۔

خطبہ

نبی اکرم ﷺ نے اس موقع پر ایک اہم خطبہ بھی دیا، جو اسلام کے بہت سے احکام کی اساس و بنیاد ہے، اس خطبہ کے چند اہم اعلانات یہ ہیں۔

۱۔ مسلم اور غیر مسلم ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے۔

۲۔ معاملات اور قضایا میں مدعی کے ذمہ گواہوں کا پیش کرنا اور گواہوں کی عدم موجودگی میں مدعی علیہ کے ذمہ حلف اٹھانا ہے۔

۳۔ کسی عورت کو تین دن کا سفر بغیر ذی رحم محرم کے درست نہیں ہے۔

۴۔ صبح اور عصر کے بعد کوئی نفل نماز نہیں ہے اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ جائز نہیں ہے۔

۵۔ اے گروہ قریش! بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم سے نخوت جاہلیت اور باپ دادا کے نام و نسب پر فخر کا خاتمہ کر دیا ہے، آگاہ رہو کہ تمام انسانی دنیا آدمؑ کی اولاد ہے۔ اور آدم علیہ السلام کی تخلیق مٹی سے کی گئی ہے۔

یایھا الناس انا خلقنا کم من ذکر و انثی و جعلنکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ان اللہ علیم خبیر ○

(حجرات : ۱۳)

فتح مکہ اور قرآن عزیز

سورۃ فتح، حدید، نصران تینوں سورتوں میں اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ کے متعلق اشارات فرمائے ہیں۔ مثلاً سورۃ الفتح میں ہے۔

وینصرک اللہ نصراً عزیزاً۔

"اور خدا تجھ کو مدد دے گا زبردست مدد۔"

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ فتح مکہ کی جانب اشارہ ہے۔

صلح حدیبیہ کے اثرات

۱۔ اجتماعی مصالح اسلامیہ اگر متقاضی ہوں تو خلیفہ اور امیر المومنین کو اختیار ہے کہ وہ کفار مشرکین سے ایسی صلح کرلے جو اگرچہ بظاہر حال شکست خوردہ نظر آتی ہو، مگر وقت نظر اور فکر عمیق کا یہ فتویٰ ہو کہ ثمرہ اور نتیجہ کے لحاظ سے یہ مسلمانوں کے حق میں فتح مبین اور ظفر و نصر کا سبب ثابت ہوگی۔ جیسا کہ حدیبیہ کے صلح نامہ کی دفعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

۲۔ بسا اوقات ہماری ظاہر بین نظریں ایک معاملہ کو موجب توہین سمجھتی اور اس کو کراہت سے دیکھتی ہیں لیکن وہ خدا کے نزدیک اسلام اور مسلمانوں کے حق میں بہتر اور موجب

عزت بننے والی ہوتی ہے' اسی طرح بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جس شے کو ہماری نظریں خیر اور موجب فلاح سمجھتی ہیں وہ ثمرہ اور نتیجہ کے اعتبار سے باعث شر اور موجب ذلت و رسوائی ہو جاتی ہے۔ اس لئے مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام کو ہر معاملہ میں اسوۂ حسنہ بنائے اور اپنی عقل و خرد پر اعتماد کر کے ان کی خلاف ورزی پر آمادہ نہ ہو جائے۔

عسٰی ان تکرھوا شیئا و ھو خیر لکم و عسٰی ان تحبوا شیئا و ھو شر لکم۔

۳۔ معاہدات اقوام و امم میں اسلام کی امتیازی شان یہ ہے کہ "نقض عہد" کو "غدر" سمجھے اور یقین کرے کہ عہد کی خلاف ورزی کرنے والا نہ دنیا میں صاحب عزت ہو سکتا ہے اور نہ عالم آخرت میں اس کو فلاح نصیب ہو سکتی ہے بلکہ روز قیامت اس کے ہاتھ میں غداری کا جھنڈا ہو گا تاکہ کائنات انسانی کے سامنے اس کے غدر کا مظاہرہ ہو سکے۔

اوفوا بالعھد ان العھد کان مسؤلا۔

۴۔ جو لوگ قلت تعداد اور فقدان اسباب ظاہری کے باوجود خدا کے رسول کے ہاتھ پر فداکاری اور جاں نثاری کے لئے حدیبیہ میں بیعت کر رہے تھے خدا نے ان کے اس ایثار و عقیدت حق کی جزاء عظیم یہ عطا فرمائی کہ قرآن حکیم میں بصراحت ان کو اپنی خوشنودی کی سند بخشی اور اسی مبارک سند کی بنا پر وہ بیعت "بیعت رضوان" کے نام سے رہتی دنیا تک موسوم ہوئی' پس یہ واقعہ برہان قاطع ہے اس امر کے لئے کہ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔

۵۔ اگر آزادی ضمیر نصیب ہو اور تعصب راہ میں حائل نہ ہو تو اسلام ایسا دین فطرت ہے کہ خود بخود کائنات انسانی کو اپنے اندر جذب کرتا چلا جاتا ہے۔ چنانچہ "صلح حدیبیہ" نے اس لئے "فتح مبین" کا لقب پایا کہ جب مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان ایک معاہدہ کے ذریعہ جنگ کا التوا ہو گیا تو مشرکین کو امن و اطمینان کے ساتھ مسلمانوں میں میل جول کا موقع ملا اور نتیجہ یہ نکلا کہ دعوت اسلام کے وقت سے حدیبیہ کے وقت تک فداکاران اسلام کی جو تعداد تھی تقریباً اٹھارہ یا بائیس مہینوں کے اندر اندر اس سے زیادہ شمع اسلام کے پروانے نظر آنے لگے' ایسا کیوں ہوا؟ صرف اس لئے کہ مشرکین نے دیکھا کہ قوم مسلم اپنے اخلاق و اعمال اور کردار و گفتار بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں صادق و عادل' حق پسند و حق آگاہ ہے اور اس کی جماعتی و انفرادی حیات کا پایہ وقت کی تمام اقوام و ملل سے بلند تر ہے۔

فتح مکہ کے نتائج و بصائر

۱۔ مسلمان جب کسی غیر مسلم طاقت سے معاہدہ کر لیں تو جس مدت کے لئے معاہدہ ہوا ہے' ان کا اسلامی فرض ہے کہ اس مدت کو اپنی جانب سے پورا کریں اور نقض عہد نہ کریں البتہ اگر معاہد طاقت کی جانب سے خلاف ورزی ہو تو پھر مسلمان بری الذمہ ہیں بلکہ بعض حالات میں نقض عہد کرنے والی طاقت کا استیصال ازبس ضروری ہے جیسا کہ فتح مکہ کے اسباب سے ظاہر ہوتا ہے۔

۲۔ فتح مکہ کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ عنوۃ (بزور طاقت) فتح ہونے کے باوجود خونریزی سے محفوظ رہا' اور نبی اکرم ﷺ نے حرم کعبہ کے احترام و عظمت کے پیش نظر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ہدایت دیتے ہوئے ابتداء ہی میں ارشاد فرما دیا تھا کہ داخلہ حرم کے وقت ہرگز کسی پر تلوار نہ اٹھائی جائے' الا یہ کہ مشرکین میں سے کوئی از خود اقدام کرے اور اس لئے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ذریعہ رجز کے خلاف الیوم یوم المرحمہ فرما کر اس حقیقت حال کو خوب روشن کر دیا۔

۳۔ دنیوی شہنشاہ اور نبی الرحمۃ کے درمیان اگر فرق و امتیاز معلوم کرنا ہو تو فتح مکہ اس کے لئے روشن برہان ہے۔ تاریخ سے دریافت کرو کہ جب کوئی بادشاہ' شہنشاہ کسی ملک کو فتح کرتا تو اس کے ساتھ کیا سلوک روا رکھتا تھا۔ یہی کہ مفتوح قوم پر مظالم کرے۔ قتل و غارت کر کے ان کو غلام بنائے یا تلوار کے گھاٹ اتارے۔ لیکن جب نبی الرحمۃ کو اقتدار اعلیٰ نصیب ہوا اور فتح مکہ کی صورت میں مشرکین و کفار پر یہ قدرت حاصل ہوا تو اس مقدس ہستی نے کیا کیا؟ صرف یہ کہ ان کو جمع کیا اور اعلان کر دیا۔ لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا انتم الطلقاء "آج تم پر گزشتہ بداعمالیوں اور سفاکیوں پر کوئی ملامت نہیں' جاؤ تم سب آزاد ہو۔"

ایک شخص عمر بھر نبی اکرم ﷺ اور مسلمانوں کی مخالفت کے باوجود جب فتح مکہ کے وقت کانپتا' خوف کھاتا اور لرزتا ہوا حاضر خدمت ہوتا ہے تو اس وقت بھی نبی الرحمۃ کی زبان اقدس اس حقیقت کا اعلان کرتی ہے' جس سے آپؐ کی شان پیغمبری نمایاں نظر آتی ہے' آپؐ فرماتے ہیں۔

" خوف نہ کرو! میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں بلکہ تمہاری طرح خشک گوشت کھانے والی ایک قریشی عورت کا بیٹا ہوں۔"

۴۔ کافر و مشرک گروہ اگر اسلامی طاقت کا حلیف بننا چاہے تو بہ تقاضائے مسلم مفاد اس کو حلیف بنایا جا سکتا ہے بلکہ بعض حالات میں حلیف بنانا ازبس ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ حلیف کے مال اور اس کی جان و آبرو سب کو اپنے مال' جان اور آبرو کی طرح سمجھے اور اسی قسم کا معاملہ کرے جو مسلمانوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ ●●

بقیہ: دعوت اسلام کی ذمہ داری

آرائی بھی رکھنا' آج کے حالات میں' اللہ سے مخالفت اور حق سے عداوت کے ہم معنی قرار دیا جائے تو یہ بالکل سمجھ میں نہیں آتا۔

اسلام نے انسانوں کے درمیان اخوت کا (برادرانہ) رشتہ بنایا تھا' اس رشتے کے احساس اور پاس کا حق قدرتی طور سے ان لوگوں کے ذمہ زیادہ عائد ہوتا ہے اور ان ہی سے اس حق کی ادائیگی کی امید بھی بہ نسبت دوسروں کے زیادہ کی جا سکتی ہے جو اسلام کو قبول کریں۔ انبیاء علیہم السلام اول المسلمین ہوتے تھے تو اسی نسبت سے ان میں اس حق کا احساس اس درجہ ہوتا تھا جسے حال کہا جائے گا' وہ اس طرح اپنی قوم (امت دعوت) کی ہدایت کے لئے گھلتے تھے کہ خدا کو ان کی حالت پر رحم آتا تھا۔ آنحضرت (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو کئی جگہ قرآن مجید میں ٹوکا گیا ہے کہ کیا تو ان کے پیچھے اپنی جان دیدو گے؟ سورہ کہف کی آیت ہے۔

فلعلک باخع نفسک علٰی آثارھم ان لم یومنوا بھذا الحدیث اسفا۔ (ع)

تم شاید اپنی جان ہی ان کے پیچھے غم میں دے دو گے' اگر یہ اس کتاب پر ایمان نہ لائے!

اپنے درجے کے مطابق یہی حال پیغمبر کے ماننے والوں کا بھی ہونا چاہئے خاص کر آنحضرت ﷺ کی امت کی تو یہ اس لئے بھی ذمہ داری ہے کہ اب کوئی پیغمبر نہیں آنا ہے' اسی امت کو پیغمبروں کا کام انجام دینا ہے' ان کا "مسلمان" ہونا صرف یہی نہیں ہے کہ شریعت پر چلیں اور خدا سے بے میل عبدیت کا رشتہ استوار رکھیں بلکہ یہ بات بھی اسی "مسلمان ہونے" میں داخل ہے کہ جو مسلم نہیں ہیں ان کی ہدایت کی فکر کریں۔ اور کوئی دقیقہ اس معاملے میں برادرانہ خلوص' دل سوزی اور جدو جہد کا اٹھانہ رکھیں۔ یہ حق بس اس وقت جا کے ساقط ہو گا جب اس برادرانہ جدو جہد کی انتہا کر دی جائے اور دوسری طرف سے مایوس کرنے کی حد ہو جائے۔ اب حق ہی نہیں اخوت کا رشتہ بھی باقی نہیں رہتا' اس لئے کہ اس رشتے کی بنیاد کو ٹھکرا دیا گیا۔ اب اس "مسلمان ہونے" ہی کا تقاضہ یہ ہو گا کہ عدو کی نظر سے ایسے لوگوں کو دیکھا جائے۔

ہم پہلے فرض کی ادائیگی کے بغیر دوسرے "فرض" کی ادائیگی کو اسلام سمجھے بیٹھے ہوئے ہیں' حالانکہ اس کی فرضیت تو درکنار جواز بھی اس پہلے کی ادائیگی کے بغیر پیدا نہیں ہوتا۔ یہ اسلام نہیں نفس کا دھوکہ اور شیطان کا فریب ہے کہ دوسروں کو اعداء اللہ ٹھہرا کر اپنے کو "حزب اللہ" سمجھ لیا' جس کا رشتہ غیر مسلم قوموں سے صرف یہ ہے کہ اگر موقع پیدا ہو تو جہاد کے دو دو ہاتھ کئے جائیں۔

کہیں کسی غیر مسلم قوم کی طرف سے جنگ تھوپ دی جائے تو بے شک اس سے نبرد آزمائی بھی جہاد ہے۔ مگر محض اس کے غیر مسلم ہونے کی بنیاد پر یہ جہاد "اعداء اللہ" سے "حزب اللہ" کا جہاد نہیں ہو گا آپ کا اپنے اعداء سے جہاد ہو گا۔ اور امن قائم ہو جانے کے بعد آپ اپنی دشمنی کو خدا سے دشمنی قرار دیکر ان غیر مسلموں کے اس حق سے سبکدوش نہیں ہو سکتے جو جنگ سے پہلے آپ پر عائد ہوتا تھا۔ آپ پر بھی استطاعت کے مطابق ذمہ داری ہو گی کہ ان میں دعوتی جدو جہد کے لئے سازگار حالات پیدا کریں اور جو مسلمان ان غیر مسلموں کے درمیان رہتے ہیں ان کی تو پوری ذمہ داری ہے کہ قومی بنیادوں پر پیدا ہونے والی یا چلی آنے والی منافرت اور غیریت کی دیواروں کو توڑ کر یہ اسلامی فریضہ حالات کی گنجائشوں اور حکمت کے تقاضوں کے مطابق ادا کریں اور مسلسل کرتے رہیں یہاں تک کہ "قد تبین الرشد من الغی" کی صبح نمودار ہو اور "لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحیٰی من حیی عن بینۃ" کا ظہور ہو جائے۔ ●●

تکمیل دین کی بشارت — اعلان ختم نبوت سے

اعجاز احمد ' میاں چنوں

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ۔ "وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں' پھر اوپر کی طرف توجہ فرمائی اور سات آسمان استوار کئے اور وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔ پھر اس وقت کا تصور کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا تھا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں انہوں نے عرض کیا آپ زمین میں کسی ایسے کو مقرر کرنے والے ہیں جو اس کے انتظام کو بگاڑ دے گا اور خونریزیاں کرے گا آپ کی حمد و ثنا کی تسبیح اور آپ کے لئے تقدیس تو ہم کر ہی رہے ہیں فرمایا میں جانتا ہوں جو کچھ تم نہیں جانتے اس کے بعد اللہ نے آدم کو ساری چیزوں کے نام سکھائے پھر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا اگر تمہارا خیال صحیح ہے تو ذرا ان چیزوں کے نام بتاؤ انہوں نے عرض کیا نقص سے پاک تو آپ ہی کی ذات ہے ہم تو صرف اتنا ہی علم رکھتے ہیں جتنا آپ نے ہم کو دیا ہے حقیقت میں سب کچھ جاننے اور سمجھنے والا آپ کے سوا کوئی نہیں۔ پھر اللہ نے آدم سے کہا تم ان چیزوں کے نام بتاؤ جب آدم نے ان کو سب کے نام بتا دیئے تو اللہ نے فرمایا میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ میں زمین و آسمان کی ساری حقیقتیں جانتا ہوں جو تم سے مخفی ہیں اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو وہ بھی مجھے معلوم ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اسے بھی میں جانتا ہوں پھر جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے جھک جاؤ تو سب جھک گئے مگر ابلیس نے انکار کیا وہ اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں پڑ گیا اور نافرمانوں میں شامل ہو گیا۔"

(البقرۃ : ۲۹۔۳۴)

زمین کے دور دراز کوہساروں اور بیابانوں میں جا کر کسی بھاری پتھر کو الٹ دیجئے۔ نیچے چیونٹیوں کے مختلف طبقے نظر آئیں گے۔ ان میں کچھ انڈوں سے نکل رہی ہوں گی۔ پہاڑوں کی تاریک غاروں میں چیونٹی سے چیونٹی کا پیدا ہونا اور بحر الکاہل کے سمندروں میں گہری اعماق میں مچھلی کے انڈے سے مچھلی کا نکلنا۔ اللہ کے علم و قدرت پر ناقابل تردید شہادت ہے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ سمندر کی تاریک گہرائیاں ہوں یا کہکشاں کی بعید ترین فضائیں۔ اس کے علم سے باہر نہیں۔ اس کی نگرانی میں ہر مقام پر صحت و استحکام سے عمل ہو رہا ہے۔ چیونٹی کے انڈے سے چیونٹی ہی پیدا ہو رہی ہے مچھر نہیں۔ اونٹنی کے بطن سے اونٹ ہی پیدا ہو رہے ہیں گدھے نہیں۔ آم کے درخت پر آم لگ رہے ہیں آڑو نہیں۔

"اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ بحر و بر میں جو کچھ ہے اس سے وہ واقف ہے درخت سے گرنے والا کوئی پتہ ایسا نہیں جس کا اسے علم نہ ہو زمین کے تاریک پردوں میں کوئی دانہ ایسا نہیں جس سے وہ باخبر نہ ہو خشک و تر سب کچھ ایک کھلی کتاب میں لکھا ہوا ہے۔" (الانعام : ۵۹)

کائنات کی ترکیب عناصر سے ہوئی۔ اس ترکیب کی حفاظت لاانتہائی علم و قدرت کی مرہون منت ہے۔ ہائیڈروجن اور آکسیجن سے پانی کی ترکیب اور پھر اس ترکیب کا تحفظ ایک نہایت لطیف عمل ہے۔ جسے ایک قوت قاہرہ بطریق احسن انجام دے رہی ہے۔ اگر آج یہ قوت قاہرہ اپنی نگرانی اٹھا لے تو کائنات کا شیرازہ دفعتاً" بکھر جائے۔ عناصر تحلیل ہو کر اپنے مرکز کی طرف بھاگ جائیں اور دنیا میں صرف دخان ہی دخان باقی رہ جائے۔ زندگی ترکیب عناصر کا اور موت تحلیل عناصر کا دوسرا نام ہے اور یہ ترکیب و تحلیل اللہ کے علم کے مطابق ہو رہی ہے۔ ان عناصر سے معین و موزوں تناسب کے ساتھ مختلف اشیاء کا پیدا کرنا صفت علم کا اظہار ہے۔

دنیا میں انبیاء کی آمد کے کیا سبب ہو سکتے ہیں؟ جب ہم یہ معلوم کرنے کے لئے قرآن کی طرف رجوع کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ صرف چار حالتیں ایسی ہیں کہ جن کے پیش نظر نبی کے تقرر کی ضرورت ہوتی ہے۔

○۔ اول یہ کہ کسی خاص قوم میں نبی بھیجنے کی ضرورت اس لئے ہو کہ اس میں پہلے کوئی نبی نہ آیا تھا اور کسی دوسری قوم میں آئے ہوئے نبی کا پیغام بھی اس تک نہ پہنچ سکتا تھا۔

○۔ دوم یہ کہ ایک نبی کے ساتھ اس کی مدد کے لئے ایک اور نبی کی حاجت ہو۔

○... سوم یہ کہ پہلے گزرے ہوئے نبی کے ذریعے مکمل تعلیم و ہدایت لوگوں کی ذہنی پسماندگی کے باعث نہ بھیجی گئی ہو اب پہلی تعلیم کے ساتھ تکمیل دین کے لئے انبیاء کی ضرورت ہو۔

○... چہارم یہ کہ نبی بھیجنے کی ضرورت اس وجہ سے ہو کہ پہلے گزرے ہوئے نبی کی تعلیم بھلا دی گئی ہو یا اس میں تحریف ہو گئی ہو اور اس کے نقش قدم کی صحیح پیروی کرنا ممکن نہ رہا ہو۔

مندرجہ بالا ضرورتوں میں سے کوئی ضرورت بھی نبی اکرم ختمی مرتبت ﷺ کی بعثت کے بعد باقی نہیں رہی ہے۔

قرآن برملا کہہ رہا ہے کہ حضور ﷺ کو تمام دنیا کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا گیا ہے اور دنیا کی تمدنی تاریخ بتا رہی ہے کہ آپ کی بعثت کے وقت سے مسلسل ایسے حالات موجود رہے ہیں کہ آپ کی دعوت سب قوموں کو پہنچ سکتی تھی اور ہر وقت پہنچ سکتی ہے۔ اس کے بعد الگ الگ قوموں میں انبیاء آنے کی کوئی حاجت باقی نہیں رہتی۔

جہاں تک دوسری ضرورت کا تعلق ہے تو اگر اس کے لئے کوئی نبی درکار ہوتا تو حضور ﷺ کے ساتھ مقرر کیا جاتا۔ جب وہ مقرر نہیں کیا گیا تو یہ وجہ بھی ساقط ہو گئی۔

قرآن مجید صاف صاف یہ بھی کہتا ہے کہ حضور ﷺ کے ذریعے سے دین کی تکمیل کر دی گئی۔

ترجمہ "آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے' اور تمہارے لئے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے پسند کر لیا ہے۔" (المائدہ : ۳)

اب رہ جاتی ہے چوتھی ضرورت تو قرآن اس پر بھی گواہ ہے اور حدیث و سیرت کا پورا ذخیرہ اس امر کی شہادت دے رہا ہے کہ حضور ﷺ کی لائی ہوئی تعلیم بالکل اپنی صحیح صورت میں موجود ہے۔ اس میں مسخ و تحریف کا کوئی عمل نہیں ہوا ہے۔ تمام انبیاء اور پیشوان امم میں سے صرف حضرت محمد ﷺ ہی ایسے پیغمبر ہیں کہ جن کی سیرت اور تعلیم کے متعلق ہمارے پاس اس قدر صحیح اور مستند اور یقینی معلومات موجود ہیں کہ ان کی صحت میں شک کی گنجائش ہی نہیں ہو سکتی۔ آپ ﷺ کے سوا کوئی ہستی ایسی نہیں ہے جس کی سیرت اتنی جزئی تفصیلات کے ساتھ کتاب اللہ' حدیث اور تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہو۔ آنحضرت ﷺ کے عہد اور ہمارے موجودہ عہد میں اگر کوئی فرق ہے تو وہ صرف اتنا ہے کہ اس زمانے میں حضور ﷺ اپنی حیات جسمانی کے ساتھ موجود تھے اور اب حیات روحانی کے ساتھ۔ اگر زندگی کے ساتھ جسمانی زندگی کی قید نہ لگائی جائے تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ آج بھی زندہ ہیں اور جب تک دنیا میں لایا ہوا دین' اس کی تعلیمات اور آپ کی سیرت رہے گی آپ دنیا میں زندہ رہیں گے۔ آج بھی احادیث و سیرت کی کتابوں میں آنحضرت ﷺ کی زندگی کو ہم اتنے ہی

قریب سے دیکھ سکتے ہیں جتنے قریب سے آپؐ کے عہد کے لوگ دیکھتے تھے۔ جو کتاب آپؐ لائے اس میں ایک لفظ کی بھی کمی بیشی آج تک نہیں ہوئی' نہ قیامت تک ہو سکتی ہے۔ جو ہدایت آپؐ نے اپنے قول و عمل سے دی اس کے تمام آثار آج بھی اسی طرح ہمیں مل جاتے ہیں کہ گویا ہم آپؐ کے زمانے میں موجود ہیں لہٰذا اب کسی نئے نبی کی آمد کی کوئی بھی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

قرآن و سنت محمدؐ کے محفوظ و مکمل ہو جانے کے بعد جب وحی کی سب ممکن ضرورتیں اور صورتیں ختم ہو چکی ہیں اور ختم نبوت کے بارے میں واضح احکامات نازل ہو چکے ہیں تو پھر بھی نئی نبوت کا دعویٰ کرنا اس بات کے مترادف ہے کہ اللہ علیم و حکیم نے یہ آیات الیوم اکملت لکم دینکم اور ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین و کان اللہ بکل شئی علیما نازل فرمائیں تو اس وقت اللہ کو یہ علم نہ تھا کہ تیرہ سو سال بعد دین کے حالات اس قدر ابتر ہو جائیں گے کہ اللہ عزوجل اپنے ہی احکامات کی نفی کر کے ایک نئے نبی کی تقرری پر مجبور ہو جائے گا یعنی مستقبل کے بارے میں اللہ کا علم اتنا ناقص ہے کہ اسے تیرہ سو سال بعد کے حالات کا علم نہیں (نعوذ باللہ) حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ۔

"اس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ بحر و بر میں جو کچھ ہے اس سے وہ واقف ہے درخت سے گرنے والا کوئی پتہ ایسا نہیں جس کا اسے علم نہ ہو زمین کے تاریک پردوں میں کوئی دانہ ایسا نہیں جس سے وہ باخبر نہ ہو۔ خشک و تر سب کچھ ایک کھلی کتاب میں لکھا ہوا ہے۔"

(الانعام : ۵۹)

لمحہ فکریہ!

یہ کیسے مدعیان نبوت ہیں جو ایک طرف تو خدائے بزرگ و برتر کے فرستادہ ہونے کے دعویدار ہیں اور دوسری طرف اسی خدائے عزوجل کے علم و حکمت کی نفی اور اسے جھوٹا ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

دراصل یہ جھوٹے مدعیان نبوت شیطان کی پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں اور اسی کی سنت پر عمل پیرا ہیں۔ ابلیس نے بھی خدا کے علیم و حکیم ہونے سے انکار کیا تھا اور نتیجتاً ہمیشہ کے لئے ملعون و مردود ٹھہرا۔ قرآن کریم میں اس کا تذکرہ یوں ہے۔ ارشاد باری ہے۔

ترجمہ۔ "میں (اللہ) نے تم سے کہا نہ تھا کہ میں زمین و آسمان کی ساری حقیقتیں جانتا ہوں جو تم سے مخفی ہیں اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو وہ بھی مجھے معلوم ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اسے بھی میں (اللہ) جانتا ہوں پھر جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے جھک جاؤ تو سب جھک گئے مگر ابلیس نے انکار کیا وہ اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں پڑ گیا اور نافرمانوں میں شامل ہو گیا۔"

تبلیغی اجتماع

حیات اللہ صابر

ہر سال کی طرح اس سال بھی سبی بلوچستان میں تبلیغی اجتماع ۲۲ دسمبر سنہ ۱۹۹۴ء کو عصر کے بعد شروع ہوا۔ ملک بھر سے آئے ہوئے ہزاروں کی تعداد میں مسلمانوں نے شرکت کی۔ اس سال لوگوں کی تعداد پچھلے سال کی نسبت بہت زیادہ تھی۔ بزرگان دین جن میں مولانا محمد احمد صاحب' مولانا محمد جمشید صاحب' حاجی عبدالوہاب صاحب' قاری حبیب الرحمٰن صاحب' حاجی عبد الرحمٰن صاحب اور دیگر علماء کرام نے اجتماع کے دوران اپنے بیانات میں تبلیغ اسلام پر زور دیا اور فرمایا کہ دعوت الی اللہ نبیوں کا کام ہے چونکہ ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰؐ خاتم الانبیاء ہیں اور نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا ہے اسلئے یہ ہر مسلمان کے ذمہ لازمی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوگوں کو بلائے۔

تبلیغ اسلام صرف ثواب کا ہی کام نہیں ہے جیسا کہ ہم سب یہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح باقی نیک کام ہیں اسی طرح یہ بھی ان نیک کاموں میں سے ایک ہے نہیں۔

بلکہ یہ ہمارے لئے نہایت ضروری اور لازمی ہے ہر مذہب والے اپنے دین کے لئے کوشاں ہیں اور دن رات اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ کسی طرح ہمارا مذہب دنیا میں عام ہو جائے۔ اسی طرح ہمیں بھی چاہیے کہ اپنا مال' جان اور وقت اللہ تعالیٰ کی راہ میں لگائیں۔ تاکہ جب کل اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش ہوں تو ہم جواب دے سکیں کہ یا اللہ ہم نے آپ کا پیغام لوگوں تک پہنچایا ہے۔ ہمارے جو نقصان ہو رہے ہیں وہ ہر ایک جانتا ہے جب دین کی محنت ہو رہی تھی تو اسلام ہر طرف بلند و بالا تھا اور دوسرے مذاہب والے اسلام میں داخل ہو رہے تھے لیکن جب سے ہم نے اس عظیم کام کو چھوڑ دیا ہے ہر طرف مسلمان پریشانی میں مبتلا ہیں اور غیر مذہب مسلمانوں پر حکومت کر رہے ہیں۔ ہمارے گھروں سے اسلام نکل رہا ہے اور بے دینی داخل ہو رہی ہے کیونکہ جب تک زمین پر محنت نہ کی جائے تو وہ زمین بنجر بن جاتی ہے لیکن جب ویران زمین پر محنت کی جائے تو بنجر زمین زرخیز ہو جاتی ہے اسی طرح جب دین پر محنت ہوگی تو دین ہمارے گھروں میں زندہ ہوگا ہماری مساجد آباد ہوں گی اور لوگ دین اسلام قبول کرتے رہیں گے۔

جس طرح ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تمام انبیاء کے سردار ہیں اسی طرح یہ امت تمام امتوں کی سردار ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس کو بہترین امت فرمایا ہے اور اسکی وجہ صرف اور صرف یہی ہے کہ یہ امت دوسروں کو نیکی کی دعوت دے گی اور برائی سے روکے گی۔ اس اجتماع سے تین سو پچاس جماعتیں یعنی تین ہزار تین سو ستر افراد اللہ کے راستے میں نکلے۔ اس طرح پچیس دسمبر کو اللہ کے فضل و کرم سے یہ اجتماع ختم ہوا اور آخر میں مولانا محمد جمشید صاحب نے پوری امت کے لئے دعا کی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

بقیہ: غزوۂ بدر

عظیم الشان احسان کہ بدر میں حق کو فتح و کامرانی نصیب ہوئی' صرف مسلمانوں ہی کے لئے نہیں تھا بلکہ تمام کائنات انسانی پر احسان عظیم تھا۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے کیا خوب فرمایا۔

بعض اوقات قدرتی حوادث کا ایک معمولی سا واقعہ بھی فتح و شکست کا فیصلہ کر دیتا ہے' جنگ واٹرلو کے تمام مورخین متفق ہیں کہ اگر ۱۷ اور ۱۸ جون ۱۸۱۵ء کی درمیانی شب میں بارش نہ ہوتی تو یورپ کا نقشہ بدل گیا ہوتا۔ کیونکہ اس صورت میں نپولین کو زمین خشک ہونے کا بارہ بجے تک انتظار نہ کرنا پڑتا۔ سویرے ہی لڑائی شروع کر دیتا نتیجہ یہ نکلتا کہ بلوشر کے پہنچنے سے پہلے ویلنگٹن کو شکست ہو جاتی واٹرلو میں اگر بارش نہ ہوئی ہوتی تو یورپ کا سیاسی نقشہ بدل جاتا لیکن اگر بدر میں نہ ہوئی ہوتی تو کیا ہوتا؟؟ تمام کرۂ ارضی کی ہدایت و سعادت کا نقشہ الٹ جاتا۔ اسی طرف پیغمبر اسلام ﷺ نے اپنی دعا میں اشارہ کیا تھا۔ اللھم ان تہلک ھذہ العصابۃ فلا تعبد فی الارض خدایا! اگر خدام حق کی یہ چھوٹی سی جماعت آج ہلاک ہو گئی تو کرۂ ارضی میں تیرا سچا عبادت گزار کوئی نہیں رہے گا۔

قطع رحمی کا گناہ

حدیث میں فرمایا ہے لا یدخل الجنۃ قاطع قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ جنت سے بھی محروم کر دیتا ہے' دنیا کے آرام اور چین سے بھی اور شب قدر میں بخشش سے بھی۔ نعوذ باللہ۔

KHATME NUBUWWAT (AN INTERNATIONAL WEEKLY MAG...
Registered No. M-160

ہمارا نصب العین اسلام کی سربلندی، عقیدہ ختم نبوت و ناموس رسالتؐ کا تحفظ

اور گستاخ رسول فتنہ قادیانیت کا پرزور تعاقب

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی قائدین کی تمام دردمندان اسلام اور شمع ختم نبوت کے پروانوں سے

اپیل

الحمدللہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اپنے یوم تاسیس سے لے کر اب تک اسلام کی سربلندی، عقیدہ ختم نبوت اور ناموس رسالتؐ کے تحفظ کے ساتھ ساتھ

گستاخ رسول فتنہ قادیانیت کا پرزور تعاقب کر رہی ہے

○ عالمی مجلس کے راہنماؤں اور مبلغین کی کوششوں سے اب تک ہزاروں افراد قادیانیت سے تائب ہو چکے ہیں۔ صرف ایک افریقی ملک "مالی" میں ۳۰ سے ۳۵ ہزار افراد حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ ○ جماعتی لٹریچر جو متعدد زبانوں میں شائع ہو چکا ہے (اور مزید زبانوں میں شائع کرنے کی کوششیں جاری ہیں) اس کے اور جماعتی مبلغین کے ذریعے پوری دنیا قادیانیت کے دجل و فریب سے آگاہ ہو چکی ہے ○ تبلیغی نظام کافی وسیع ہو چکا ہے۔ متعدد بیرونی ملکوں میں جماعتی شاخوں کے علاوہ دفاتر، قرآنی تعلیم کے لئے مکاتب قائم ہو چکے ہیں۔ اندرون ملک ۵۰ سے زائد ہمہ وقتی مبلغ، دینی مدارس قائم ہیں، مدارس میں ہزاروں طلباء کے اخراجات عالمی مجلس آپ حضرات کے دیئے ہوئے عطیات سے پورا کرتی ہے۔ ○ جماعت کے دو ہفتہ وار رسالے قادیانیت کے پرزور تعاقب میں مصروف ہیں۔ امسال عالمی مجلس نے ایک عظیم الشان منصوبہ پر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کام شروع کیا ہوا ہے اور وہ ہے روس کی غلامی سے آزادی حاصل کرنے والی ریاستوں اور کمیونسٹوں کے جبر و تشدد سے نجات حاصل کرنے والے لاکھوں مسلمانوں میں قرآن مجید پہنچانا۔

یہ آزاد ریاستیں

کسی زمانہ میں اسلامی علوم و فنون کا مرکز رہی ہیں۔ امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ، امام برہان الدین فرغانیؒ صاحب ہدایہ، امام ابو حفص کبیرؒ، امام ابو اللیث سمرقندیؒ اور امام ابو منصور ماتریدیؒ اسی سرزمین سے اٹھے جن کے علمی فیضان سے پورا عالم اسلام مستفید ہوا لیکن ان مسلم ریاستوں پر روس کے ظالمانہ و جابرانہ تسلط نے عالم اسلام کی ان مایہ ناز ریاستوں کو بنجر بنا کر رکھ دیا۔ آج وہ سرزمین قرآنی تعلیم کی پیاسی اور وہاں کے مسلمان ہم سے قرآن مجید کے طالب ہیں۔ ایسے میں عالمی مجلس کے وفد نے وہاں کا دورہ کرنے کے بعد ۱۰ لاکھ قرآن مجید جماعت کی طرف سے چھپوا کر وہاں پہنچانے کا فیصلہ کیا جو الحمدللہ آپ کی دعاؤں سے زیر طبع ہے اس وقت ہزاروں قرآن مجید وہاں پہنچا بھی دیئے ہیں۔

ان تمام منصوبہ جات خاص طور پر وسطی ایشیا کی ریاستوں میں قرآن مجید پہنچانے کے پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے عالمی مجلس کو آپ کے تعاون کی اشد ضرورت ہے

ہم تمام اہل اسلام اور شمع ختم نبوت کے پروانوں سے اپیل کرتے ہیں کہ

وہ موجودہ مہینوں خصوصاً رمضان المبارک میں مذکورہ منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اپنی زکوٰۃ، صدقات، خیرات اور خاص طور پر عطیات سے دل کھول کر امداد فرمائیں۔

خان محمد امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت	محمد یوسف لدھیانوی نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت	عزیز الرحمن جالندھری مرکزی ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

ترسیل زر کا پتہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ ملتان پاکستان۔ فون:۔ ۴۰۹۷۸

کراچی کا پتہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت جامع مسجد باب الرحمت ٹرسٹ پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی۔ فون ۷۷۸۰۳۳۷

نوٹ:۔ کراچی کے احباب الائیڈ بنک بنوری ٹاؤن اکاؤنٹ نمبر ۳۶۲ میں براہ راست رقم جمع کر کے دفتر کو اطلاع دیں۔